allurdupdfnovels.blogspot.com



عمیرات نرگس کا لافانی ناول

سرائے

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس کتاب کا مصنف

آئیوان ترگنیف

آئیوان سرگیووچ ترگنیف کا شمار دنیا کے بڑے مصنفوں میں ہوتا ہے۔ روس کے وہ بڑے لکھنے والے، جن کا پوری دنیا میں شہرہ ہے، ان میں ترگنیف بھی شامل ہے۔

ترگنیف 1818ء میں پیدا ہوا اور 1881ء میں اس کا انتقال ہوا۔ ترگنیف نے اپنے زمانے کی سیاست میں بھی حصہ لیا اور بہت اثر چھوڑا۔ ترگنیف نے ناول بھی لکھے اور کہانیاں بھی، روس میں کسانوں کی غلامی کے خلاف ترگنیف نے اپنی تصانیف کے ذریعے بہت کام کیا۔

ترگنیف کے فن کو دنیا کے عظیم مصنفوں نے بھی سراہا اور قارئین نے بھی۔ اس کی بیشتر تصانیف کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

یہ کتاب

سرائے

ترگنیف کی شاہکار تصانیف میں جہاں اس کے مشہور زمانہ ناول "اوریبن"، "اون دی ایو" اور "فادرز اینڈ سنز" شامل ہیں، وہاں اس کی طویل کہانیوں میں "آسیہ"، "پہلی محبت"، "ٹیسپ لینڈ کا کنگ میٹر"، "موت کے بعد" جیسی شاہکار کہانیاں موجود ہیں۔

عالمی کلاسیکی ادب کے اس سلسلے میں ہم ترگنیف کی ایک طویل کہانی "سرائے" پیش کر رہے ہیں۔ ترگنیف کی کچھ طویل کہانیاں اردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں لیکن "سرائے" ترگنیف کی وہ طویل شاہکار کہانی ہے، جسے اردو میں پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ کہانی ترگنیف نے 1852ء میں لکھی تھی !!

allurdupdfnovels.blogspot.com

آکیم کی شادی

زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ بڑی شاہراہ پر یہ بہت بڑی سرائے وجود میں آئی۔ یہ سرائے دو بڑے قصبوں کے عین درمیان میں کھڑی تھی۔ یہ سرائے بگھی والوں، چھکڑے والے کسانوں، تاجروں، کلرکوں، کاروباری آدمیوں اور ہر طرح کے ان لوگوں کے لئے جانی پہچانی تھی جو ہر موسم میں اس شاہراہ پر سفر کرتے رہتے ہیں۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ اس سڑک پر سفر کرنے والی ہر طرح کی سواری وہاں ضرور رکتی تھی۔ سوائے گھر میں پلے بڑھے چھ گھوڑوں والی شاندار بگھیوں کے، جن پر امراء سوار ہوتے تھے۔ یہ شاندار بگھیاں ان کے کوچوان اور سوار اس سرائے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے رکے بغیر آگے بڑھ جاتے تھے۔ جبکہ اس کے برعکس ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی خستہ حال ہوتا اور چرخ چوں کرتی کسی سواری پر سوار آتا، جیب میں پانچ کوپک بھی ہوتے تو وہ یہاں ضرور رکتا اور سرائے میں جا کر کچھ کھاتا پیتا اور سستاتا تھا۔

اس سرائے کا محل وقوع ہی شاندار اور برمحل نہیں تھا بلکہ یہ سرائے کچھ اور خوبیاں بھی رکھتی تھی۔ اس کے دونوں گہرے کنوؤں کا پانی بہت ہی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ جب لوہے کے بڑے برتنوں میں لوہے کی زنجیر کھینچ کر پانی نکالا جاتا تو یہ زنجیر کھڑکھڑاتی تھی اور اس آواز کا اپنا ہی لطف تھا۔

سرائے کا صحن جو جزوی طور پر چھتا ہوا بھی تھا، بڑا کھلا تھا۔ مٹی سے بھرا ہوا گودام کا کمرہ، اور پھر سرائے کا مرکزی بڑا کمرہ، جہاں بہت بڑا روسی طرز کا چولہا ہر وقت

allurdupdfnovels.blogspot.com

کمرے کو گرم رکھتا اور پھر دو بڑے بڑے صاف ستھرے کمرے، جن کی دیواروں پر سرخ رنگ کا کاغذ چسپاں تھا اور ان میں رکھا ہوا فرنیچر رنگین لکڑی کے صوفوں اور کرسیوں پر مشتمل تھا اور ان کی کھڑکیوں میں پودوں اور پھولوں کے گملے رکھے ہوئے تھے کھڑکیوں کی سلوں پر البتہ گرد جمی تھی کیونکہ برسوں سے یہ کھڑکیاں کبھی کھولی نہیں گئی تھیں۔

اور پھر اس سرائے کا سیب جیسے سرخ رخساروں والا باورچی، جو بہت لذیذ کھانا تیار کرتا تھا۔

سرائے کے مالک نے جو شراب گودام میں رکھی ہوئی تھی وہ بڑی تیز تھی۔ ناک میں ڈالنے کی دیر ہوتی کہ ناک میں کھجلی اور سر سرابٹ ہونے لگتی تھی۔

غرضیکہ اس سرائے میں بہت سی سہولتیں، آسائشیں اور خوبیاں تھیں، جن کی وجہ سے لوگ اسے پسند کرتے تھے اور یہ سرائے خوب کاروبار کر رہی تھی۔

اس سرائے کی مقبولیت اور پسندیدگی کی ایک بڑی وجہ سرائے کا مالک بھی تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ بڑا خوش قسمت واقع ہوا ہے۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے وہ کام ہو جاتا ہے۔ اس نے بہت معمولی رقم اور وسائل سے سرائے کا کام شروع کیا تھا اور اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے سرائے کو مقبول بنانے میں کامیاب ہوا تھا۔

سرائے کا مالک نایوم ایک قصباتی آدمی تھا۔ وہ درمیانے قد کا قدرے موٹا، فراخ کندھوں اور قدرے جھکے ہوئے سر کا مالک تھا۔ اس کا سر بڑا اور گول تھا۔ اس کے بال سرخیلے تھے اور سفید ہو چکے تھے حالانکہ وہ چالیس برس سے زیادہ کا تھا۔ اس کا چہرہ تروتازہ تھا۔ اس کی پیشانی نیچی تھی لیکن صاف تھی اور اس پر کوئی لکیر نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی اور نیلی تھیں۔

وہ ایک عجیب انداز سے دیکھنے کا عادی تھا۔ اس کی نظروں میں ایک طرح کا ایسا روکھا پن تھا جس میں کچھ بے حیائی بھی شامل تھی۔ ایسا انداز نظر شاذ و نادر ہی کسی کا

ہوتا ہے۔

وہ اپنا سر ہمیشہ جھکائے رکھتا اور اسے قدرے مشکل سے موڑتا تھا کیونکہ اس کی گردن بہت چھوٹی تھی۔ مگر وہ چلتا تیز تیز تھا اور چلتے وقت اس کے ہاتھ ساتھ ہلنے کی بجائے آگے کی طرف پھیلے اور مٹھیاں بھینچی رہتی تھیں۔

وہ کبھی ہنستا نہیں تھا لیکن مسکراتا بہت تھا اور جب وہ مسکراتا تو اس کے بڑے بڑے ہونٹ ناخوشگوار انداز میں جدا ہوتے اور اس کے سفید دانت اپنی جھلک دکھاتے۔ اس کی گفتگو کا انداز اکھڑ تھا اور آواز میں ایک طرح کی بیزاری سی پائی جاتی تھی۔

وہ اپنی داڑھی مونڈھتا تھا لیکن اس کا لباس یورپی نہیں تھا، اکثر و بیشتر اس نے ایک بڑا سا کفتان پہنا ہوتا اور اس کے ساتھ ترکی طرز کی پتلون۔ وہ پاؤں میں جرابوں کے بغیر جوتے پہنتا تھا۔

وہ اکثر گھر سے کاروبار کے سلسلے میں غیر حاضر رہتا۔ اس نے کئی طرح کے کاموں میں اپنے آپ کو مصروف کر رکھا تھا، وہ گھوڑوں کا کاروبار کرتا تھا۔ اراضی پٹے پر لیتا، سبزیوں کے کھیت لیتا، باغ خریدتا۔ وہ کئی طرح کے سودوں اور کاروبار میں مصروف رہتا۔ اس کے باوجود وہ عقاب کی طرح، اور اس کی صورت بھی عقاب سے خاصی مشابہت رکھتی تھی، گھر سے زیادہ دیر باہر نہیں رہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے اپنا ٹھکانہ، اپنا گھر کس طرح رکھنا ہے۔ کوئی چیز بھی اس کی نظر سے اوجھل نہ ہوتی تھی۔ وہ ہر ایک کی بات سنتا، احکام جاری کرتا۔ گوداموں پر نظر رکھتا، اپنے گاہکوں کی خود خدمت کرتا اور ان سے پیسے بھی خود وصول کرتا۔ وہ نہ تو کسی سے ایک پیسہ زیادہ لیتا تھا نہ ایک پیسہ کم۔

گاہک بھی اس سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ وہ خود بھی گاہکوں کو منہ لگانے کا قائل نہ تھا۔ وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہتا۔

"مجھے پیسہ چاہیے اور تمہیں کھانا۔ ہم ایک دوسرے کے بچوں کے روحانی باپ

allurdupdfnovels.blogspot.com

نہیں ہیں۔ اس لئے پیٹ بھر کر کھاؤ۔ اپنے گھوڑوں کو خوب کھلاؤ اور اپنے راستے پر چلتے بنو۔ اور اگر تم تھکے ماندے ہو تو پھر گپ شپ لگانے کی بجائے جا کر سو جاؤ اور آرام کرو۔"

اس نے جو ملازم رکھے تھے وہ جسیم اور مضبوط تھے اور اپنے مالک سے خوف کھاتے تھے۔ وہ خود نہیں پیتا تھا لیکن تہوار ہوتا تو وہ اپنے ہر ملازم کو دس کوپک دیتا کہ وہ پئیں۔ تہواروں کے علاوہ کسی بھی اور دن، ان میں یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ وہ ایک قطرہ بھی پی سکیں۔

نایوم جیسے لوگ دنوں میں دولت مند ہو جاتے ہیں۔ اس کی موجودہ خوشحالی کے پیش نظر یہ اندازہ لگایا جاتا تھا کہ وہ چالیس سے پچاس ہزار روبل کا مالک ہے اور ابھی اس نے بڑی دولت کمانی ہے۔

○

جس زمانے کی ہم بات کر رہے ہیں، اس سے لگ بھگ بیس برس پہلے بھی یہاں ایک سرائے ہوتی تھی۔ بالکل اسی جگہ پر جہاں اب یہ سرائے کھڑی ہے لیکن تب اس کی چھت ایسی اچھی اور خوبصورت نہیں تھی بلکہ بڑی بدصورت اور معمولی چھت تھی۔ دیواریں بھی ٹیڑھی تھیں۔ آج جو نازک اور مضبوط سے ستون اس سرائے میں دکھائی دے رہے ہیں، تب یہ بھی موجود نہیں تھے اور صحن میں جو گودام اس وقت تھے، ان کی چھتیں گھاس پھونس کی تھیں۔ اس کے باوجود وہ سرائے ایک وسیع، گرم اور اچھی سرائے تھی، جہاں مسافر خوشی سے ایک رات قیام کرنا پسند کرتے تھے۔

اس زمانے میں اس سرائے کا مالک نایوم نہیں تھا بلکہ سرائے چلانے والے شخص کا نام اکیم تھا، جو لزا کا ملازم رہا تھا۔ لزا ایک فوجی سٹاف افسر کی بیوہ اور اس

علاقے میں ایک جاگیر کی مالک تھی۔

آکیم ایک تیز، ہوشیار اور عقل مند نوجوان تھا۔ وہ لزا کی جاگیر پر باربرداری کا کام کرتا تھا۔ اس کی گاڑی کے دونوں گھوڑے خستہ حال تھے۔ پھر وہ مزید دولت کمانے کے لیے جاگیر سے باہر چلا گیا جب وہ ایک برس کے بعد قصبے سے جاگیر پر لوٹا، تو وہ تین صحت مند گھوڑوں کا مالک تھا۔ وہ کازان، اوڈیسہ اور اورنبرگ جیسے شہروں کی سڑکوں پر رواں دواں رہتا۔ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ وہ بڑے بڑے شاندار چمکڑوں اور چھ مضبوط گھوڑوں کا مالک بھی بن گیا۔

اور پھر جیسے وہ اس خانہ بدوش اور آوارہ گرد زندگی سے اکتا گیا اور اس نے نئے سرے سے زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی بیوی اور بچے اس کی عدم موجودگی میں ایک حادثے میں مر گئے تھے۔ ایسے ہی اسباب کی بنا پر اس نے باربرداری کا دھندہ چھوڑ کر ایک سرائے بنانے کا فیصلہ کیا۔

اپنی مالکن کی اجازت سے اس نے سڑک کے پاس اسی جگہ جہاں پر موجودہ سرائے کھڑی ہے، ایک سرائے تعمیر کر دی۔ وہ اراضی جہاں یہ سرائے تعمیر ہوئی، اس کی مالکن لزا تھی۔ آکیم نے سرائے کا نام بھی اپنی مالکن کے نام پر ہی رکھا۔ سرائے چل نکلی

اس کے پاس پیسہ تھا اور تجربہ بھی، جو اس نے پورے روس میں سفر کر کے حاصل کیا تھا۔ یہ تجربہ اس کے بہت کام آیا۔ وہ گاہکوں کو خوش کرنا جانتا تھا۔ بہت سی گاڑیوں اور چمکڑوں والے تو اس کی جان پہچان والے تھے۔ اس سے بھی اسے فائدہ پہنچا۔ یہ کوچوان بڑے پیٹو ہوتے تھے اور ان کے گھوڑے بھی وہ سب کچھ کھا جاتے تھے، جو ان کے سامنے رکھا جاتا تھا۔

آکیم کی سرائے کا شہرہ میلوں دور تک پھیل گیا۔ نایوم، سرائے کے موجودہ مالک کے زمانے میں یہ اتنی مشہور نہیں تھی جتنی آکیم کے زمانے میں تھی لیکن فرق

allurdupdfnovels.blogspot.com

یہ پڑا ہے کہ اب اس سرائے کی آمدنی زیادہ ہے۔ تب اتنی آمدنی نہیں تھی۔

آکیم کی سرائے روایتی انداز کی تھی۔ یہ گرم تو تھی لیکن صاف ستھری نہیں۔ جو کھانے گاہکوں کو پیش کیے جاتے وہ لذیذ نہیں ہوتے تھے۔ بس کھائے جا سکتے تھے۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ کھانا ٹھنڈا بھی ہوتا۔ اس کی وجہ وہ باورچن تھی جو کھانا پکانے میں اکثر لاپروائی کا مظاہرہ کرتی تھی۔

آکیم کھانے کی قیمت پر بھی زیادہ اصرار نہ کرتا تھا۔ اگر کوئی تھوڑے، بہت کم پیسے دیتا تو وہ بھی قبول کر لیتا۔ بلکہ وہ اپنے گاہکوں پر اعتبار کرتا تھا۔ ادھار کر لیتا اور کہتا کوئی بات نہیں اگلے پھیرے آؤ گے تو ادا کر دینا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بھلا آدمی اور فیاض سرائے والا تھا۔ وہ نایوم کی طرح کم آمیز اور خاموش طبع بھی نہیں تھا۔ بلکہ بہت جلدی ہر شخص سے گھل مل جاتا تھا۔ اور خوب باتیں کرتا اور گپ شپ میں حصہ لیتا۔ وہ اپنی جان پہچان والوں اور دوستوں کے ساتھ شراب کا جام بھی پی لیتا تھا۔ وہ بدمست شرابی نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ وہ ہر ایک کو خوش رکھ سکے۔

آکیم تمام کاروباری اور تاجر لوگوں میں بہت مقبول تھا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کاروبار اور تجارت کے سلسلے میں لمبے سفر کرتے ہیں۔ کسی سرائے کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے صلیب کا نشان بناتے ہیں اور جس کسی شخص سے بھی بات کرتے ہیں، پہلے اس کی خیریت بڑی خوش اخلاقی سے پوچھتے ہیں۔

آکیم ایک لمبا اور قدرے دبلا شخص تھا اور ادھیڑ عمر کا ہونے کے باوجود بہت اچھے ڈیل ڈول اور صحت کا مالک تھا اور چہرہ لمبا اور خاصا متناسب تھا۔ اس کی پیشانی کھلی تھی۔ سیدھی ناک اور چھوٹے ہونٹوں والا ایک خوبصورت مینہ تھا۔ اس کی بڑی بڑی بھوری آنکھوں میں دوستی کی چمک تھی۔ اس کے بال نرم اور کچھ گھنگھریالے تھے اور گردن پر پڑتے تھے۔

جوانی کے دنوں میں وہ اچھا خاصا گلوکار تھا لیکن موسموں کی شدت کی وجہ سے اس کے گلے اور سینے کو نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے اس کی آواز بہت نرم ہونے کے بعد کمزور تھی۔

وہ خوش مزاج ہنسنے والا آدمی تھا۔ جب ہنستا تو اس کی آنکھوں کے قریب لکیریں بن جاتی تھیں۔ جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بہت نرم دل آدمی ہے، کیونکہ ایسی جھریاں ہنستے ہوئے نیک اور نرم دل انسانوں کے چہرے پر ہی بنتی ہیں۔ اس کی حرکات و سکنات میں سبک پن تھا۔ جس سے اس آدمی کا اعتماد جھلکتا تھا جو ایک مہذب آدمی ہو اور اس نے زندگی کو خوب دیکھا ہو۔

اس جاگیر میں آکیم کی بہت عزت تھی۔ وہ اکثر جاگیر پر اور خاص طور پر ہر اتوار کو گرجے میں عبادت کے بعد بیوہ جاگیردارنی کو سلام کرنے جاتا۔ اگر اس میں چند ایسی خامیاں اور کمزوریاں نہ ہوتیں جو اس دنیا میں بہت سے انسانوں میں ہوتی ہیں تو وہ ایک مکمل انسان ہوتا لیکن یہی ایسی کمزوریاں اور خامیاں ہیں جو انسان کو برباد کر دیتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی کمزوری صنف نازک تھی وہ کسی عورت کی ایک نگاہ کے سامنے نہتا ہو جاتا۔ وہ اس کے سامنے اس طرح پگھل جاتا جس طرح موسم خزاں کی برف، دھوپ کی ایک کرن سے پگھل جاتی ہے۔ صنف نازک کے بارے میں اپنی کمزوری کے لیے اسے بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔۔۔۔

بڑی شاہراہ پر وہ اراضی حاصل کرنے کے بعد، سرائے کی تعمیر اور دوسرے مسائل کی وجہ سے سال بھر بہت مصروف رہا۔ چونکہ سرائے کی تعمیر اس کے سامان کی فراہمی اور دوسرے کام اتنے تھے کہ اسے صنف نازک کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہ ملا اور اگر اس زمانے میں ایسے خیالات اس کے ذہن میں سر اٹھا لیتے تو وہ مذہبی کتابیں پڑھ کر انہیں دبا دیتا۔ مذہبی کتابوں کا وہ بہت احترام کرتا تھا اور یہ کتابیں

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس کے پاس خاصی تعداد میں موجود تھیں۔

O

اب ویسے بھی آکیم پینتالیس برس کا ہو چکا تھا، جب جذبات خاصے ٹھنڈے ہو چکے ہوتے ہیں اور شادی کی عمر تو نکل چکی ہوتی ہے۔ اس ایک برس میں جو مصروف ترین تھا، اس نے کئی بار فخر سے یہ محسوس کیا کہ وہ اب اپنی حماقتوں کے چنگل سے نکل چکا ہے۔ لیکن.... آپ جانتے ہیں انسان قسمت سے نہیں بچ سکتا۔

جاگیردارنی لزا کا خاوند جرمن النسل تھا اور لزا کا بچپن بھی جرمنی میں ہی بسر ہوا تھا۔ اس کے والد کی کئی اولادیں تھیں اور اس کا خاندان بہت غریب تھا۔ لزا کی شادی فوجی افسر سے ہوئی۔ وہ خوشحال زندگی بسر کرنے لگی۔ خوشحال ہونے کے بعد بھی اس نے اپنے غریب خاندن کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا اور پھر ایک واقعہ تو ایسا ہوا کہ لزا اپنے خاندان سے بددل ہو گئی۔

لزا کے بھائیوں میں سے ایک جو فوج میں توپ خانے کا افسر تھا۔ اس کی جاگیر میں آیا، دوسرے دن ہی اس نے اپنی بہن سے ایسا جھگڑا شروع کر دیا کہ الامان.... ایک دن پہلے جب وہ بہن کے پاس آیا تو بڑا پر امید تھا کہ اچھی خاصی رقم ہاتھ لگ جائے گی اور وہ یہاں عیش و عشرت سے کچھ دن بسر کرے گا۔ لیکن لزا نے ایسی رکھائی کا اظہار کیا کہ وہی بھائی جو پہلے دن اسے "پیاری بہن میری محسنہ" کہہ کر مخاطب کرتا تھا، اسی نے دوسرے دن ہی لڑائی میں اسے طوائف تک کہہ دیا۔

لزا نے گویا اس کے بعد توبہ کر لی کہ وہ اپنے خاندان کے کسی فرد کو منہ نہیں لگائے گی۔

جاگیردارنی لزا بہت کم ہی اپنی جاگیر سے کہیں دور جاتی تھی۔ ایک تصویر کی طرح

کا خوبصورت گھر اس کے خاوند نے خریدا تھا۔ اس کا آنجہانی خاوند فوج کا افسر بننے سے پہلے ایک ماہر معمار تھا اور اس نے بڑی دولت کمائی تھی۔ اپنی جاگیر کا انتظام وہ خود کرتی تھی اور سچ یہ ہے کہ اس کا انتظام اچھا خاصا موثر تھا۔ لزا منافع کمانے کا معمولی سا موقع بھی نظرانداز نہیں کرتی تھی اور وہ ایسی خاتون تھی کہ ہر چیز میں سے کچھ نہ کچھ اپنے لئے حاصل کر لیتی تھی۔ وہ اتنی محتاط تھی کہ جہاں ایک روپیہ خرچ ہوتا، وہاں وہ نصف روپیہ خرچ کرتی۔

وہ جاگیردارنی ہونے کے ناطے سے روسی جاگیرداروں کے تمام طور اطوار اپنائے ہوئے تھی۔ اس کے گھریلو ملازموں کی ایک چھوٹی سی پلٹن تھی، ان میں مرد اور نوجوان لڑکیاں شامل تھیں۔ جن سے وہ صبح ہونے کے وقت سے لے کر شام کی شفق ڈوبنے تک کام لیتی تھی۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکلتی تھی اور ایک ملازم گاڑی کے پیچھے پائیدان پر کھڑا ہوتا۔ اسے، اس طرح باہر جانا بہت اچھا لگتا تھا۔ اسے گپ شپ سننے کا بہت شوق تھا اور خود بھی گپ شپ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتی تھی۔ وہ اپنی مرضی کی مالک اور خود مختار تھی۔ اس میں یہ دلچسپ عادت بھی تھی کہ وہ اپنے ملازمین سے میں سے کسی ایک کو چہیتا بنا لیتی اور پھر بغیر کسی وجہ کے اسے ذلیل کر دیتی۔

آکیم اس کا چہیتا ملازم تھا۔ جو اپنی مالکن کی بہت عزت کرتا تھا اور وہ بھی اس سے بے تکلفی برتتی اور بعض اوقات مذاق بھی کرنے لگتی۔ اس کی یہ عادت نہیں تھی لیکن آکیم پر وہ چونکہ مہربان تھی اس لئے اسے حویلی میں آنے کی دعوت بھی دے دیتی تھی۔

اور یہ لزا کا شاندار حویلی نما مکان ہی تھا، جہاں آکیم کے لئے مصیبت موجود تھی اور اس کا انتظار کر رہی تھی۔

لزا کی حویلی کی خادماؤں میں بیس برس کی ایک لڑکی بھی تھی جو یتیم تھی اور اس کا

allurdupdfnovels.blogspot.com

نام دونیشہ تھا۔ وہ دبلی پتلی لیکن صحت مند اور مضبوط تھی۔ اس کی جلد کی رنگت گلابی تھی۔ بال گھنے اور سنہرے تھے۔ بڑی خوبصورت بھوری آنکھیں، چھوٹی سی متناسب ناک، گلابی ہونٹ اور ان سب سے بڑھ کر اس کے چہرے کا مجموعی تاثر جو بڑی بے باکی لئے ہوتے تھا، جو اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا تھا۔

دونیشہ اگرچہ گھریلو ملازمہ تھی لیکن وہ عام ملازموں کے خاندان سے تعلق نہیں رکھتی تھی بلکہ وہ پشت در پشت خدمت کرنے والے گھریلو غلاموں کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کا والد تیس برس برس تک ایک خاندان کا بااعتماد ملازم رہا تھا اور گھر کی چابیاں اس کے پاس رہتی تھیں اور اس کا دادا تو ایک شہزادے کا ملازم خاص تھا اور عہدے کے اعتبار سے خصوصی گارڈز دستے کا سارجنٹ۔

دونیشہ بڑے سلیقے سے لباس پہنتی تھی، چونکہ اس کے ہاتھ واقعی بہت خوبصورت تھے۔ اس لئے وہ اپنے ہاتھوں کی بڑے ناز و انداز سے نمائش کرتی تھی بہت سے مرد اسے پسند کرتے۔ اس کی خوبصورتی کی تعریف کرتے تو دونیشہ ایک عجیب سی لاتعلقی کے ساتھ مسکراتی ہوئی مختصر جواب دیتی۔

"مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا۔ اچھا میں چلتی ہوں۔ کبھی پھر سہی۔"

دونیشہ نے اپنی زندگی کے تین برس ماسکو میں گزارے تھے۔ وہاں اس نے بہت کچھ دیکھا تھا اور ماسکو کی عورتوں کے انداز بھی اپنا لئے تھے۔ اسے اپنے آپ پر بہت اعتماد تھا۔ اپنا کام بہت محنت اور توجہ سے کرتی تھی۔ اس کے باوجود اپنی مالکن کی نظر میں زیادہ پسندیدہ نہیں تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس کی دکھاوے کی عادتوں کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ جاگیردارنی لزا کو اپنی بڑی ملازمہ کریلوا پر بڑا اعتماد تھا۔ اور وہی اس کی چہیتی تھی۔

کریلوا ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی۔ دوسری ملازماؤں کی بھی نگرانی کرتی۔ وہ اپنی مالکن سے دوسرے ملازموں کی شکایت

بھی کرتی رہتی۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ اس کی مالکن ہمیشہ اسے ہی دوسروں پر ترجیح دے۔ موقع بے موقع کریلوا اپنی مالکن کی تعریف بھی کرتی رہتی۔

اور یہ تھی وہ لڑکی۔ دونیشہ، جس کی محبت میں آکیم گرفتار ہو گیا۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس سے پہلے وہ کسی دوسری عورت کی محبت میں اس طرح مبتلا نہیں ہوا تھا۔

آکیم نے اسے پہلی بار اس وقت دیکھا جب دونیشہ ماسکو سے واپس آئی تھی۔ یہ پہلا آمنا سامنا گرجے میں ہوا۔ اس کے بعد درجنوں بار اس نے دونیشہ کو جاگیردارنی کی حویلی میں دیکھا۔ جہاں وہ اکثر آتا جاتا تھا۔ پھر ایک دن ایک پوری شام اس نے دونیشہ کے ساتھ گزاری۔ گاؤں کے ایک شخص نے معزز لوگوں کو چائے پر بلایا تھا اور مہمانوں میں آکیم اور دونیشہ بھی شامل تھے۔

حویلی کے ملازم آکیم کو اگرچہ اپنے آپ میں سے نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود اسے ناپسند بھی نہیں کرتے تھے۔

آکیم نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ وہ ایک تعلیم یافتہ شخص تھا، جو لکھ اور پڑھ سکتا تھا اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ اس کے پاس پیسہ تھا۔ وہ کسانوں جیسا لباس نہیں پہنتا تھا۔ وہ عمدہ سیاہ کپڑے کا بنا ہوا لمبا کفتان پہنتا۔ اچھے چمڑے کے جوتے اور گردن کے گرد سکارف باندھتا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کی عدم موجودگی میں بعض ملازم اس پر جملے بھی کستے تھے لیکن جب وہ سامنے آتا تو وہ اس کی تکریم کرتے۔

اس چائے کی دعوت میں جہاں اتفاق سے دونیشہ اور آکیم اکٹھے ہو گئے تھے۔ دونیشہ نے اپنے سب جاننے والوں اور پرستاروں کو نظر انداز کر دیا اور اپنی پوری توجہ آکیم پر مبذول کر دی۔ اس نے دوسرے لوگوں کی کوئی بات ہی نہ سنی اور جیسے اپنے کان بند کر لئے۔ آکیم پر اس نے بھرپور توجہ خاص انداز میں دی کہ دوسروں کو نظر انداز کر کے وہ آکیم کو وقفوں کے بعد دیکھ لیتی اور آکیم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ وہ

allurdupdfnovels.blogspot.com

اسے خاص توجہ کے قابل سمجھتی ہے۔

بہرحال دونیشہ نے اسے جیسے بھی دیکھا لیکن اس شام کی ملاقات اور رفاقت نے آکیم کی محبت پر تیل کا کام کیا اور وہ دونیشہ کے لئے بے چین ہو گیا۔

اپنے گھر جا کر وہ گہری سوچوں میں کھو گیا۔ اس کی ساری سوچیں دونیشہ کے گرد گھومتی تھیں۔ بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ جو ہو سو ہو۔ کوئی کچھ کہے۔ میں دونیشہ سے شادی کروں گا۔ دونیشہ اس پر گویا جادو کر چکی تھی اور وہ اس جادو کو توڑ نہیں سکتا تھا۔

اس واقعہ کے چار پانچ دن بعد یوں ہوا کہ حویلی کی بڑی اور مختار ملازمہ کریلوا شفقت سے دونیشہ کا بازو پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گئی اور کہنے لگی وہ داڑھی والا آکیم، جس کے قریب بیٹھنا بھی اپنی توہین کرانا ہے، وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

دونیشہ کا ردعمل بڑا عجیب تھا۔ پہلے تو غصے سے اس کے رخسار سرخ ہو گئے۔ پھر اس نے ایک مصنوعی قہقہہ لگایا اور پھر رونے لگی۔ ادھر کریلوا جس نے پہلے آکیم کا ذکر بڑی حقارت سے کیا تھا، یکدم پلٹا کھا گئی۔ اس نے دونیشہ کو بتایا کہ حویلی میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ وہ ایک معمولی ملازمہ ہے، یتیم ہے اور اس کے برعکس آکیم ایک امیر آدمی ہے۔ اسے دل سے چاہتا ہے۔ اس سے اندھی محبت کرتا ہے اور شکل صورت میں بھی قابل قبول ہے۔ یہ سب دلیلیں دینے کے بعد اس نے دونیشہ پر یہ بات بھی واضح کر دی کہ خود مالکن جاگیردارنی لزا بھی یہ چاہتی ہے کہ اس کی شادی آکیم سے ہو جائے۔ دونیشہ جب اس کمرے سے نکلی تو اس کے چہرہ کا تاثر بتا رہا تھا کہ وہ بہت کچھ سوچ رہی ہے اور اس نے کریلوا کے دلائل کو یکسر رد نہیں کیا۔

اس کے بعد جب اس کا آمنا سامنا آکیم سے ہوا تو دونیشہ اسے دیکھ کر بھاگی نہیں بلکہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اور اعتماد سے آگے بڑھ گئی۔ دونیشہ کے دل میں جو رہے سہے شکوک آکیم کے بارے میں رہ گئے تھے۔ انہیں آکیم کے تحائف نے دور کر دیا۔ یہ تحفے خاصی قیمت کے تھے۔

ایک دن جب جاگیردارنی لزا کا موڈ بڑا خوشگوار تھا۔ آکیم ایک عدد لذیذ اور تازہ آڑو چاندی کے طشت میں رکھ کر حاضر ہوا اور جاگیردارنی نے خوش ہو کر اسے اپنی ملازمہ دونیشہ سے شادی کرنے کی اجازت دے دی۔ اور پھر شادی طے ہو گئی اور شادی کا دن آ گیا۔

دونیشہ اندر سے ناخوش اور اداس تھی۔ وہ بہت روئی لیکن آکیم نے اسے شادی سے ایک دن پہلے جو قیمتی تحفے دیئے، انہوں نے دونیشہ کو بہت تسکین پہنچائی۔

شادی کی رسم ادا کرنے کے لئے جب دونیشہ گرجے جانے لگی تو مالکن لزا نے اسے اپنی شال اس تقریب میں اوڑھنے کے لئے عنایت کر دی۔ اسے کیا معلوم کہ آکیم نے اگر اس سے اچھی نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں، ایسی ہی شال دونیشہ کے لئے خرید لی تھی۔

یوں آکیم کی دونیشہ سے شادی ہو گئی اور وہ اسے اپنے گھر سرائے میں لے آیا۔

○

اس کے بعد ان کی متاہلانہ زندگی شروع ہوئی۔ دونیشہ ایک بری بیوی ہی ثابت نہ ہوئی بلکہ وہ اپنے خاوند کا ہاتھ بٹانے میں بھی بری ثابت ہوئی۔ اسے کسی چیز سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی۔ وہ چپ چاپ لاتعلق بن کر بیٹھی رہتی، البتہ اس وقت اس کا چہرہ کھل اٹھتا، جب ادھر سے گزرنے والا کوئی فوجی افسر سرائے میں چائے کے لئے رکتا اور اس کے ساتھ چائے پیتے ہوئے اس کی تعریف کر دیتا۔

وہ کوشش کرتی کہ زیادہ وقت سرائے سے دور رہے اس لئے وہ اکثر یا تو خریداری کے لئے قصبے میں چلی جاتی یا پھر جاگیر کا رخ کرتی جو سرائے سے دو تین کوس کے فاصلے پر تھی۔ وہ جاگیر میں جا کر بہت خوش ہوتی۔ اپنے جیسی عورتوں سے

allurdupdfnovels.blogspot.com

ملتی۔ یہ ملازمائیں اس کے اچھے کپڑوں اور زیورات کو دیکھ کر بڑا رشک کرتی تھیں۔ کریلوا اسے چائے پلاتی اور اب تو جاگیردارنی لزا بھی اس سے دو چار باتیں اخلاق سے کرنے لگی تھی۔

تاہم وہ ناخوش تھی۔ اس کے دل کے ارمان دل میں ہی سلگ رہے تھے وہ چاہتی تھی کہ بہت خوبصورت اور قیمتی ٹوپی پہنے، لیکن ایک سرائے کے مالک کی بیوی کی حیثیت سے وہ ایسی ٹوپی نہیں پہن سکتی تھی۔ وہ اپنی شال کو سر پر لپیٹ لیتی۔ جیسے وہ تاجر طبقے کی کوئی عورت ہو۔ کریلوا اکثر اسے سمجھایا کرتی کہ وہ اپنے آپ میں رہے اور زیادہ اونچا اڑنے کی کوشش نہ کرے۔

آکیم کا معاملہ یہ تھا کہ وہ دونیشہ کو کچھ بھی نہیں کہتا تھا بلکہ اس کی خوشی کا خیال رکھنے کی پوری کوشش کرتا۔ آکیم کو بار بار اپنے اس بزرگ رشتے دار کی باتیں یاد آتیں، جو دنیا میں اس کا اکلوتا رشتے دار باقی رہ گیا تھا۔ وہ اس کا ماموں لگتا تھا۔ اس نے ایک دن آکیم سے پوچھا تھا۔

"سنا ہے تم نے شادی کر لی ہے۔"

"ہاں تم نے ٹھیک سنا، میری شادی ہو چکی ہے۔"

"مجھے بھی معلوم ہے۔" بوڑھے دیہاتی نے چالاکی سے کہا۔ "اب تم ہم میں سے نہیں رہے۔ اپنی بیوی کے لئے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور تمہاری بیوی بھی ہماری نہیں بن سکتی۔"

"مگر کیوں؟" آکیم نے پوچھا۔

"جب ہم میں سے کوئی کہتا تھا تو تم داڑھی کے بارے میں بات سننا پسند نہیں کرتے تھے اور اب تم اپنی بیوی کی خوشنودی کیلئے داڑھی چھدری کرنے لگے ہو۔"

آکیم بہت شرمندہ ہوا کیونکہ بات سچ تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، بوڑھے دیہاتی نے اپنی بھیڑ کی کھال کے کوٹ کو کس کر جسم سے لگایا، جس کے کندھے پھٹے

ہوئے تھے اور چلا گیا۔

اپنے بوڑھے ماموں سے یہ مکالمہ اسے بار بار یاد آتا۔ وہ سوچتا، کڑھتا اور دانت پیستا۔ اس کے باوجود اپنی نوجوان اور خوبصورت بیوی کے لئے اس کے دل میں موجود محبت میں معمولی سی کمی بھی نہ ہوتی۔

آکیم کو اپنی بیوی پر فخر تھا۔ جب وہ اس کے حسن کا موازنہ دوسری خاداؤں یا اپنی پہلی بیوی سے کرتا، جس سے اس کی شادی اس وقت ہوئی تھی جب آکیم کی عمر صرف سولہ برس تھی تو وہ بہت فخر محسوس کرتا کیونکہ دونیشہ ان سب سے زیادہ خوبصورت تھی۔ وہ اپنے آپ سے بڑے فخر سے کہتا۔

"میں نے کیسی خوبصورت چڑیا پنجرے میں ڈال لی ہے۔"

وہ اپنی بیوی کی تمام خامیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اس لئے کہ وہ بہت پرامید تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی بیوی کی سب خامیاں دور ہو جائیں گی۔ بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ وہ اس کی تمام توقعات کو پورا کر دے گی۔ اس دوران میں دونیشہ جب اس سے کبھی کبھار لگاؤ یا محبت سے بات کر لیتی تو آکیم کی خوشی کی انتہا نہ رہتی، ویسے اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود دونیشہ بد تمیز نہیں تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ دونیشہ بھی اپنی زندگی کی عادی ہو گئی۔ جہاں تک آکیم کا سوال تھا تو جوں جوں اس کی عمر بڑھ رہی تھی، اپنی بیوی پر اس کے اعتماد اور محبت میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

دونیشہ اور کچھ نہ بھی ہو تو اپنے آپ کو ایک خاص وجہ سے تو یقیناً خوش قسمت سمجھنے لگی تھی۔ جب وہ دیکھتی کہ اس کے ساتھ کی خادمائیں بھی بیاہی گئی ہیں اور شادی کے بعد وہ معمولی معمولی چیز کے لئے ترستی ہیں اور ان کے خاوند ان کے ساتھ اچھا سلوک بھی نہیں کرتے تو دونیشہ کو اپنی قسمت پر رشک آ جاتا۔ کیونکہ آکیم اس سے محبت کرتا تھا۔ اس نے کبھی اسے ڈانٹا تھا نہ ٹوکا تھا۔ اس کی ہر ضرورت اور

allurdupdfnovels.blogspot.com

فضول خرچی کو خوشی سے برداشت کرتا تھا۔

وہ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ آکیم امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔

آکیم کی جس خوشحالی پر دونیشہ بہت خوش ہوتی تھی، وہی خوشحالی بعض اوقات آکیم کے لئے تکلیف اور دکھ کا احساس بن جاتی، آکیم سوچتا، میں بہت خوش قسمت ہوں۔ سرائے کامیابی سے چل رہی ہے، آمدنی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں ایک ایسی بیوی کا شوہر ہوں، جو بہت خوبصورت ہے۔ لیکن یہ خوشی کس کام کی۔۔۔۔ خدا نے مجھے سب کچھ دے کر اولاد سے محروم کیوں رکھا ہے؟

دونیشہ جواب پچیس برس کی ہو چکی تھی کیا۔ اس کے دل میں کبھی اولاد کی خواہش پیدا ہوئی یا اس نے اسے بے چین کیا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ سگھڑ اور سلیقے والی خاتون خانہ تو بن نہ سکی البتہ اسے اپنے گھر سے بڑی محبت تھی۔ گھر کو صاف ستھرا رکھنے میں اس کی نوکرانی کا بڑا ہاتھ تھا۔ سارے کام تو نوکرانی ہی کرتی تھی۔ دونیشہ حکم چلاتی اور کبھی کبھار ہاتھ بھی بٹا لیتی۔

ایک دیوار پر اس کی اور آکیم کی دو تصویریں بھی آویزاں تھیں۔ یہ تصویریں علاقے کے پادری کے بیٹے نے بنائی تھیں۔ جو شوقیہ مصوری کرتا تھا۔

دونیشہ کا جو پورٹریٹ اس نوجوان نے بنایا تھا، بڑا دلچسپ تھا۔ اس میں دونیشہ نے زرد شال اوڑھ رکھی تھی۔ چھ لڑیوں والا ہار گلے میں پہنا ہوا تھا۔ کانوں میں لمبے جھمکے اور ہاتھ کی ہر انگلی میں ایک ایک انگوٹھی۔ مصور نے اسے فربہ دکھایا تھا اور اس کی بھوری آنکھوں کا رنگ بھی بدل کر کالا کر دیا تھا۔ اس کے باوجود دونیشہ اس تصویر میں پہچانی جاتی تھی۔

جہاں تک آکیم کے پورٹریٹ کا تعلق تھا تو وہ مصور کی ناکامی کی منہ بولتی تصویر تھا۔ اسے تو قریب سے دیکھ کر بھی پہچانا نہیں جا سکتا تھا کہ یہ آکیم کی تصویر ہو سکتی ہے۔

کچھ تبدیلیاں دونیشہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ ہمیشہ سے لباس کا بہت خیال رکھتی تھی مگر اب وہ لباس سے لاپروائی برتنے لگی تھی۔ وہ کوئی بھی بڑی سی شال اپنے کندھوں پر لپیٹ لیتی اور یہ بھی نہ دیکھتی کہ جو لباس اس نے پہن رکھا ہے وہ کتنا پرانا ہے اور اس میں کتنی سلوٹیں ہیں۔

دونیشہ کو چونکہ نہ کھانے پینے کی کسی چیز کی کمی محسوس ہوتی تھی، نہ ہی روپے پیسے کے بارے میں کوئی فکر تھی۔ اس لئے اسے کام کاج کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کام کاج کرنے کے لئے بھی نوکرانی موجود تھی اور ہر لمحہ اس کے ناز اٹھانے والا شوہر بھی تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دونیشہ بہت سست اور کاہل الوجود ہو گئی۔ جب دیکھو آرام کر رہی ہے، اونگھ رہی ہے۔ ایک طرح سے وہ سارا دن ایسے ہی بیکار بیٹھی اونگھتی رہتی۔

بہرحال آکیم بھی مطمئن تھا اور دونیشہ بھی۔ انہیں ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہ تھی۔ کبھی ایک دوسرے سے لڑائی تو کیا نوک جھونک بھی نہ ہوئی تھی۔ علاقے کے لوگ انہیں رشک اور حسد کی نگاہوں سے دیکھتے کہ وہ دونوں خوشحالی اور سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور یوں۔ بہت سے لوگوں کی نگاہوں میں دونیشہ اور آکیم ایک مثالی جوڑا تھے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

نایوم

موسم خزاں کی ایک شام تھی۔

ایک تاجر آکیم کی سرائے میں قیام کے لئے رکا۔

بہت سے راستوں اور بہت سی منزلوں سے ہوتا ہوا وہ ماسکو سے خارکوف جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ کپڑے سے لدے دو چھکڑے تھے۔ وہ ان پھیری لگانے والے تاجروں میں سے ایک تھا، جن کا انتظار دیہات میں رہنے والے شرفا کی بیگمات اور بیٹیاں بڑی شدت سے کرتی تھیں۔

یہ پھیری والا تاجر جوانی کی منزل سے گزر چکا تھا۔

اس کے ساتھ اس کے دو ساتھی بلکہ کارکن تھے۔ ان میں سے ایک تو زرد رنگ کا دبلا پتلا کبڑا تھا اور دوسرا ایک بڑا خوبصورت جوان جس کی عمر بیس برس کے لگ بھگ ہوگی۔

ان لوگوں نے سرائے میں آتے ہی کھانے کا آرڈر دیا۔ کھانے سے پورا انصاف کرنے کے بعد انہوں نے چائے طلب کی۔ سرائے کے مالک اور اس کی بیوی کو دعوت دی کہ وہ بھی ان کے ساتھ چائے پئیں۔

آکیم اور اس کی بیوی دونیشہ نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ دونوں بڑے آدمی، پھیری والا تاجر اور آکیم جن کی عمر چھپن برس ہو چکی تھی، جلد ہی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ پھیری والا تاجر آس پاس کے علاقے کی تمام جاگیروں اور دیہات کے بارے

میں پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسے یقین تھا کہ ایسی معلومات اسے آکیم سے بہتر انداز میں کوئی فراہم نہیں کر سکتا۔

وہ دونوں تو گفتگو میں مصروف ہو گئے۔

کبڑا بار بار سرائے سے باہر جا کر دیکھتا کہ ان کے چھکڑے ٹھیک ٹھاک ہیں اور اس کے بعد وہ جلد ہی سونے کے لئے چلا گیا۔

اب دونیشہ اور وہ دوسرا جوان اور خوبصورت آدمی رہ گئے۔ جوان اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتا رہا تھا اور دونیشہ اس کے پاس بیٹھی، اس کی باتیں سنتی رہی۔ اس نے اپنے بارے میں اسے کچھ زیادہ نہیں بتایا۔

وہ یہ محسوس کر کے کچھ حیران سی ہوئی کہ وہ اس کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔

اور پھر ایسا ہوا کہ اس کی باتیں سن کر وہ ہنسنے بھی لگی۔ اس سے کچھ بے تکلف بھی ہوئی اور شرمانے بھی لگی۔ نوجوان نرمی سے گفتگو کرتا تھا اور اپنی آواز کو بھی بلند نہیں کر رہا تھا۔ بات کرنے میں وہ جلدی بھی نہیں کر رہا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں جو بڑی نہیں تھیں لیکن ان کی نگاہ بڑی تیکھی تھی، دونیشہ کو دیکھ رہی تھیں۔

جب اس نے دونیشہ کو توجہ سے سیدھی آنکھوں میں دیکھنا شروع کیا تو دونیشہ نے اپنی نظریں جھکا لی تھیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی اسے بلا جھجک دیکھنے لگی۔

جب اس نے نوجوان کو غور سے دیکھا تو اسے اس کا چہرہ ایسا تر و تازہ اور خوبصورت دکھائی دیا۔ جیسے خوبصورت، خوشرنگ سیب ہو، وہ بڑے دلفریب انداز میں مسکراتا تھا اور اپنی انگلیوں سے اپنی ٹھوڑی کو چھوتا تھا۔ اس کی گفتگو تاجر طبقے کا رنگ لئے ہوئی تھی۔ وہ بڑی بے تکلفی اور اعتماد سے بات کرتا تھا۔ پھر باتیں کرتے کرتے وہ دونیشہ کی طرف جھک کر دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"سچ کہتا ہوں، تم سے زیادہ دنیا میں کوئی خوبصورت نہیں ہے اور میں تمہارے لئے

allurdupdfnovels.blogspot.com

جان دے سکتا ہوں۔"

دونیشہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

آکیم نے فوراً پوچھا۔

"کیا کوئی لطیفہ سنا ہے؟"

دونیشہ نے کسی طرح کی بوکھلاہٹ کا اظہار کئے بغیر کہا۔

"کچھ نہیں، یہ بڑی مزیدار کہانیاں سنا رہا ہے۔" بوڑھا تاجر سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"بالکل ٹھیک..... ہمارا نایوم پکا مسخرہ ہے.... ہاں ہاں....."

دونیشہ ہنستے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے تو پتہ نہیں، مسخرہ ہے یا نہیں لیکن باتیں مزیدار کرتا ہے۔"

بوڑھا پھیری والا تاجر یکدم اٹھا اور کہنے لگا۔

"خیر.... ہم نے آپ کو زحمت دی۔ میرا خیال ہے اب ہمارے سونے کا وقت ہو گیا ہے۔"

آکیم نے جواب دیا۔

زحمت کیسی، چائے کی دعوت کا بے حد شکریہ، ہم اب آپ کو شب بخیر کہتے ہیں۔ آؤ دونیشہ چلیں۔"

میاں بیوی دونوں اپنے بے ڈھنگے کمرے میں چلے گئے، جہاں وہ سویا کرتے تھے۔ آکیم بستر پر لیٹتے ہی خراٹے لینے لگا، لیکن دونیشہ کو بہت دیر تک نیند نہ آئی۔

پہلے تو وہ سیدھی دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹی رہی۔ پھر اچانک جانے اسے کیا ہوا کہ وہ ادھر ادھر کروٹیں لیتی، اپنے پروں کے نرم اور گرم بستر میں بے چین ہوتی رہی اور کبھی لحاف کو اتارتی کبھی اوڑھ لیتی۔ یوں ایسی حرکتیں کرتے وہ اونگھنے لگی۔

اچانک اسے کسی مرد کے گانے کی آواز سنائی دی اور وہ ہوش میں آ گئی۔ کوئی

صحن میں خاصی اونچی آواز میں گا رہا تھا۔ وہ بے سرا نہیں تھا لیکن وہ جو گا رہا تھا اس کے الفاظ دونیشہ کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کہنی کے بل بیٹھی وہ گیت سنتی رہی۔ خزاں کی ہوا میں گیت کے بول گونجتے رہے۔

آکیم نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔

"یہ کون گا رہا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم۔" دونیشہ نے جواب دیا۔

ایک منٹ تک وہ گانا سنتا رہا، پھر بولا۔

"وہ بہت اچھا گا رہا ہے۔ بہت خوب، کیا طاقتور آواز ہے، اس کی۔ میں بھی کسی زمانے میں گایا کرتا تھا۔ پھر خدا جانے کیا ہوا کہ میری آواز خراب ہو گئی۔ یہ آواز بہت خوبصورت ہے۔ میرا خیال ہے یہ وہ نوجوان نایوم گا رہا ہے۔ نایوم.... ہاں یہی اس کا نام تھا شاید...."

آکیم لیٹ گیا، کروٹ لی اور سو گیا۔

باہر سے گانے کی آواز آتی رہی۔ یوں لگتا تھا، جیسے یہ گانا کبھی ختم نہیں ہو گا۔ دونیشہ جیسے بیٹھی تھی ویسے ہی بیٹھی سنتی رہی۔ اچانک اسے یوں لگا جیسے آواز اب پھٹنے لگی ہے۔ آواز کا وحشیانہ پن اب ختم ہو رہا تھا اور پھر آواز بند ہو گئی۔ دونیشہ نے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ سوچتی رہی۔ یوں آدھ گھنٹہ گزر گیا۔ اچانک وہ بستر سے اٹھی اور چلنے لگی۔

آکیم نے سوتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟"

وہ جہاں تھی، وہیں رک گئی۔

"لیمپ کی بتی نیچی کرنے جا رہی ہوں۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

پھر وہ رک کر بولی۔ "نیند نہیں آ رہی۔"

"دعا مانگ کر سو جاؤ۔"

آکیم نے کہا اور پھر گہری نیند سو گیا۔

دونیشہ کھڑی رہی۔ پھر طاق کی طرف بڑھی۔ وہاں جا کر اس نے ایسے بوکھلاتے ہوئے انداز میں لیمپ کی بتی نیچے کی کہ بتی ہی نیچے گر گئی اور اندھیرا چھا گیا۔

وہ دوبارہ بستر پر آ کر لیٹ گئی۔۔۔۔اب چاروں طرف خاموشی تھی۔۔۔۔

محبت

دوسرے دن صبح ہونے سے پہلے ہی پھیری والا تاجر اور اس کے دونوں ساتھی سرائے سے روانہ ہو گئے۔

دونیشہ سوتی ہی رہی اور اسے ان کے جانے کا علم نہ ہوا۔ آکیم ان کے ساتھ خاصی دور تک گیا تھا۔ کیونکہ اسے چکی پر کچھ کام بھی تھا۔ اپنا کام ختم کر کے آکیم جاگیریں گیا۔ وہاں کچھ کام تھا۔ اسے نمٹایا اور جب وہ سرائے پہنچا۔ تو اس نے دیکھا۔

اس کی بیوی نے اچھا لباس پہن رکھا ہے اور وہ اکیلی نہیں ہے۔ وہ نوجوان جس کا نام نایوم تھا، اس کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں کھڑکی کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

آکیم کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر دونیشہ ایک لفظ کہے بغیر وہاں سے چلی گئی۔ نایوم اسے بتانے لگا کہ چونکہ اس کا مالک اپنے بغیر انگلیوں والے دستانے بنچ پر بھول گیا تھا۔ میں وہ لینے کے لئے آیا تھا اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

بہت سی باتیں زندگی میں ایسی ہوتی ہیں، جن کے بارے میں کوئی بھی ٹھیک سے نہیں بتا سکتا۔ بس اندازے ہی لگائے جاتے ہیں۔

ہوا یہ تھا کہ دونیشہ کو نایوم سے محبت ہو گئی تھی۔ اب یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ ایسا اتنی جلدی کیسے ہو گیا اور یہ بات بتانا اس لئے اور بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس سے پہلے کئی مردوں نے اسے پھسلانے اور بہکانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ

allurdupdfnovels.blogspot.com

کسی کے جال میں نہ پھنسی تھی۔ اس میں جیسی بھی خامیاں ہوں، اب تک اس نے اپنے شوہر سے کبھی بے وفائی نہیں کی تھی اور بہت سے مواقع اور ترغیبات کو سختی سے ٹھکرا دیا تھا۔

بعد میں جب دونیشہ کی نایوم کے ساتھ محبت کا چرچا بہت عام ہوا، تو لوگ کہا کرتے تھے کہ جس شام وہ پہلی بار سرائے میں آیا اور اس نے دونیشہ کے ساتھ چائے پی تو نایوم نے دونیشہ کی چائے کی پیالی میں محبت کرنے والا جادوئی سفوف ڈال دیا تھا۔ بے چاری دونیشہ اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لئے وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔

اگرچہ دنیا بہت ترقی کر چکی ہے، پھر بھی ایسی باتوں پر لوگ اب بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور انہیں بالکل صحیح سمجھتے ہیں۔

بہرحال جو بھی وجہ ہو، اب نایوم اس سرائے میں اکثر آنے لگا، بیچ میں کچھ عرصہ وہ غائب رہا۔ پھر دوبارہ اپنے اسی پھیری والے تاجر کے ساتھ آیا۔ اس کے تین ماہ بعد وہ اکیلا آیا۔ مگر ایک خاص شان سے کہ خود اس کے اپنے سامان سے ایک چھکڑا بھرا ہوا تھا۔

اس کے بعد یہ افواہیں پھیلیں کہ نایوم نے سرائے کے قریب ہی کہیں سکونت اختیار کر لی ہے۔

اس کے بعد شاید ہی کوئی ایسا ہفتہ گزرتا، جب اس کا رنگ و روغن کیا ہوا چھکڑا، سامان سے لدا، اس سڑک سے گزرتا سرائے کے پاس آ کر نہ رکتا۔ اس چھکڑے کو دو مضبوط اور عمدہ گھوڑے کھینچتے تھے اور وہ خود ہی اپنے چھکڑے کی کوچوانی کرتا تھا۔

آکیم اور نایوم کے مابین خاص قسم کی کوئی دوستی پیدا ہوئی اور نہ ہی دشمنی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے آکیم اس کی موجودگی اور آمد و رفت کا کوئی خاص نوٹس ہی نہیں لیتا۔ اب تک نایوم کے بارے میں اس کا ایک ہی خیال تھا کہ وہ ایک خوبصورت اور تیز

طرار نوجوان ہے جو بڑی تیزی سے خوشحال ہو رہا ہے۔ اسے اپنی بیوی دونیشہ کے جذبات پر کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ اس پر پہلے کی طرح بھروسہ کرتا تھا۔

دو سال یوں بھی گزر گئے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

سرائے کا خریدار

موسم گرما کا ایک دن تھا۔

دوپہر کے کھانے سے پہلے کا وقت تھا، جب جاگیردانی لزا اپنے باغ میں چہل قدمی کے لیے آتی۔ اس کی گود میں چھوٹا پالتو کتا تھا اور ایک ہاتھ میں تہہ کی ہوئی دھوپ سے بچاؤ کی چھتری۔

گزشتہ چند برسوں میں جاگیردارنی بہت بوڑھی ہو گئی تھی اور اس کے چہرہ کی جھریوں کو اب کسی طرح کوئی کریم، لوشن یا پوڈر بھی چھپا نہیں سکتا تھا۔ ڈیلیا کی دو قطاروں کے درمیان چھوٹے راستے پر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے چل رہی تھی۔

عین اس وقت کریلوا بھاگی بھاگی آئی اور اس نے بڑے ادب سے اپنی مالکہ کو اطلاع دی کہ ایک تاجر اس سے ملاقات کا خواہاں ہے اور کسی اہم کاروباری مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

کریلوا اب بھی اپنی جاگیردانی لزا کی چہیتی ملازمہ تھی۔

"ایک تاجر۔۔۔۔ وہ بھلا مجھ سے کیا چاہتا ہے؟" جاگیردارنی نے پوچھا۔

کریلوا نے جواب دیا۔

"مالکن میں یہ تو نہیں جانتی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ آپ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے۔"

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فائدے اور آمدنی والی بات ہو اور جاگیردارنی تاخیر کرے۔

اس نے چہل قدمی کا پروگرام منسوخ کیا اور باغ سے نکل کر اپنی بڑی حویلی کے ڈرائینگ روم میں پہنچی۔ اپنی خاص بازوؤں والی کرسی پر براجمان ہوئی۔ جس پر ہاتھی دانت کا کام ہوا تھا۔

اس نے حکم دیا کہ تاجر کو اس کے حضور پیش کیا جائے۔

وہ تاجر نایوم تھا۔

وہ اندر داخل ہوا، دروازے کے قریب ہی کھڑے ہو کر جاگیردارنی کے احترام میں سر جھکا کر سلام کیا اور وہیں کھڑا رہا۔ جاگیردارنی لزا نے دل میں کہا یہ تاجر کتنا خوبصورت ہے۔ اس خیال کو دل سے فوراً نکال کر جاگیردارنی نے پوچھا۔

"میں نے سنا ہے کہ تم مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتے ہو؟"

"ہاں مادام۔" نایوم نے جواب دیا۔

"اچھا تو وہ کیا چیز ہے جو تم مجھ سے خریدنا چاہتے ہو۔؟"

نایوم نے اس کا جواب عجیب انداز میں سوال کی صورت میں دیا۔

"کیا آپ اپنی سرائے بیچنے کے بارے میں غور نہیں کر رہی ہیں؟" جاگیردارنی لزا حیران سی ہوئی اور پوچھا۔

"کون سی سرائے؟"

نایوم نے نشاندہی کی۔

"مادام وہی سرائے جو شاہراہ پر واقع ہے اور یہاں سے زیادہ دور نہیں۔"

اب جاگیردارنی کو سمجھ آ گئی کہ وہ کس سرائے کی بات کر رہا ہے۔

"لیکن وہ سرائے میری نہیں۔ وہ تو آکیم کی ہے۔؟"

نایوم نے اسی مؤدب لہجے میں کہا۔

"آپ کی نہیں؟ سرائے آپ کی زمین پر کھڑی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟"

جاگیردارنی نے جواب دیا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

"ہاں وہ اراضی میری ہے میں نے خود اپنے نام سے اسے خریدا تھا۔ لیکن سرائے اس کی ہے۔"

نایوم نے پھر وہی سوال دہرایا۔

"کیا آپ اس سرائے کو بیچنے کے بارے میں غور نہیں کر رہی ہیں؟"

جاگیردارنی لزا نے پوچھا۔

"لیکن میں اسے کیسے فروخت کر سکتی ہوں؟"

نایوم نے کہا۔

"میں اس کی بہت اچھی قیمت ادا کروں گا۔"

قیمت، اچھی قیمت..... ایسے الفاظ تھے۔ جنہوں نے جاگیردارنی لزا کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کئی منٹ وہ سوچتی رہی، پھر کہا۔

"جس طرح سے تم نے یہ بات کی ہے۔ بہت انوکھی ہے۔ خیر مجھے بتاؤ، تم اس کی کیا قیمت دو گے، یہ میں اپنے لئے نہیں بلکہ آگیم کی خاطر پوچھ رہی ہوں۔"

"دو ہزار روبل۔"

جاگیردارنی لزا نے سر ہلا کر کہا۔

"یہ بہت معمولی رقم ہے۔"

"یہ اس سرائے کی بالکل صحیح قیمت ہے۔" نایوم نے اصرار کیا۔

کچھ سوچتے ہوئے جاگیردارنی لزا نے پوچھا۔

"کیا تم نے آگیم سے بات کی ہے؟"

نایوم نے جواب دیا۔

"بھلا میں اس سے کیوں بات کروں گا۔ وہ سرائے آپ کی ہے۔ اس لئے میں آپ سے اس کے متعلق بات کر رہا ہوں۔"

جاگیردارنی نے ذرا بدلے ہوئے دلچسپ لہجے میں کہا۔

"مگر میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ..... واقعی یہ بہت دلچسپ بات ہے کہ تم میری بات ہی نہیں سمجھ رہے۔"

نایوم نے پوچھا۔

"اس میں سمجھنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے؟"

جاگیردارنی لزا نے نایوم کی طرف دیکھا۔ نایوم نے بھی جاگیردارنی کی آنکھوں میں جھانکا۔

نایوم نے پھر بات شروع کی۔

"آپ کا جواب کیا ہے، بلکہ آپ کیا رقم تجویز کرتی ہیں؟"

جاگیردارنی لزا نے اپنی کرسی میں کروٹ سی لی اور کہنے لگی۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ دو ہزار روبل مناسب قیمت نہیں ہے اور دوسری بات....."

نایوم نے اسے بات پوری ہی نہ کرنے دی۔

"ٹھیک ہے، میں ایک سو روبل کا اضافہ کرتا ہوں۔"

جاگیردارنی لزا اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم ایک بیکار کام پر بات کر رہے ہیں۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں اس سرائے کو بیچ نہیں سکتی اور نہ ہی اسے بیچوں گی۔ میرا مطلب ہے کہ میں اسے بیچنا نہیں چاہتی اور نہ ہی....."

نایوم کھڑا انتظار کرتا اور مسکراتا رہا۔ پھر اس نے ادب سے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی، زحمت کی معافی چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے سر جھکا کر سلام کیا اور دروازے تک چل دیا۔

"ٹھہرو..... میرا خیال ہے....."

جاگیردارنی لزا نے کہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ لڑکھڑا گئی ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

"ابھی نہ جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجائی۔ گھنٹی کی آواز سنتے ہی کریلوا کمرے میں داخل ہوئی۔

"معزز مہمان کے لئے چائے بناؤ۔"

یہ کہہ کر جاگیردارنی نے نایوم سے کہا۔

"تم چائے پیئو۔ میں تمہارے جانے سے پہلے تمہیں ملوں گی۔"

نایوم نے سر جھکا کر سلام کیا اور کریلوا کے ساتھ ڈرائینگ روم سے نکل گیا۔

کچھ دیر تک جاگیردارنی لزا ڈرائینگ روم میں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی، پھر اس نے دوبارہ گھنٹی بجائی۔ اس بار ایک ملازم لڑکا کمرے میں داخل ہوا۔ جاگیردارنی نے اسے حکم دیا۔

"کریلوا کو بلاؤ۔"

کریلوا تھوڑی دیر کے بعد تیز تیز چلتی اپنی مالکن کے پاس آ گئی۔

"کیا تم نے سنا کہ یہ تاجر مجھے کیا تجویز پیش کر رہا ہے؟"

یہ کہہ کر جاگیردارنی نے قہقہہ لگایا اور بولی۔

"کیا دلچسپ آدمی ہے۔"

کریلوا نے اپنی آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کچھ نہیں سنا۔ وہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"وہ آکیم کی سرائے مجھ سے خریدنا چاہتا ہے؟"

"واقعی۔۔۔ کیا اس نے یہی کہا؟" کریلوا نے پوچھا۔

"ہاں لیکن میں کس طرح۔۔۔ اکیم کی بنائی ہوئی سرائے کو فروخت کر سکتی ہوں۔"

خوشامدی کریلوا نے چاپلوسی شروع کر دی۔

"مالکن آپ کیا فرما رہی ہیں۔ کیا وہ سرائے آپ کی ملکیت نہیں ہے؟ کیا ہم

سب آپ کے نہیں ہیں۔ اور کیا ہمارے پاس جو چیز بھی ہے، کیا وہ آپ کی نہیں ہے۔ مالکن آپ ہم سب کی اور سب چیزوں کی مالک ہیں۔"

جاگیردارنی لزا نے اپنے کیمبرک کے رومال سے بوکھلاتے ہوئے ناک صاف کی اور کہنے لگی۔

"کریلوا، کیا کہہ رہی ہو تم، آکیم نے وہ سرائے اپنے پیسے سے تعمیر کی ہے۔"

کریلوا نے بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اپنے پیسے سے؟ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ سب کچھ تو آپ نے اس کے لئے کیا۔ اور ویسے بھی کیا وہ اس زمین کو بہت عرصے سے استعمال نہیں کر رہا ہے؟ مالکن۔۔۔۔ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ وہ اس زمین اور سرائے سے بہت زیادہ کمائی کر چکا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں اس کے پاس پیسے نہیں؟ خدا کی قسم، مالکن وہ تو آپ سے بھی زیادہ امیر ہے۔"

جاگیردارنی لزا نے کہا۔

"بے شک جو کچھ تم کہہ رہی ہو، حرف بحرف سچ ہے۔ لیکن پھر بھی۔۔۔۔ اس سرائے کو میں کیسے بیچ سکتی ہوں۔"

کریلوا نے فوراً جواب دیا۔

"آپ بھلا اسے کیوں نہیں بیچ سکتی ہیں، ایک گاہک موجود ہے۔ کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ اس نے کیا قیمت لگائی ہے؟"

جاگیردارنی نے جواب دیا۔

"دو ہزار ایک سو روبل۔"

"مالکن وہ اس سے بھی زیادہ قیمت ادا کرے گا۔ جہاں تک آکیم کا تعلق ہے تو آپ اس سے بعد میں معاملہ طے کر لیں۔ آپ اس سے زمین کا کرایہ کم وصول کریں۔ وہ تو آپ کا شکر گزار ہو گا۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

جاگیردارنی اب متذبذب ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی کوئی فیصلہ کرنے سے گھبرا رہی تھی۔ اس لئے اس نے کہا۔

"ہاں بے شک ایسا ہو سکتا ہے، میں اس سے کم سے کم کرایہ لوں گی لیکن پھر بھی۔۔۔۔ میں سرائے کو کیسے بیچ سکتی ہوں۔ نہیں نہیں کریلوا۔"

جاگیردارنی بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

"نہیں یہ ناممکن ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ بس کریلوا۔ اب مجھ سے اس سلسلے میں بات نہ کرنا۔ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔"

کریلوا نے اپنی مالکن کے اس حکم کی پروا نہیں کی۔ وہ اس کے منع کرنے کے باوجود بولتی رہی۔ نصف گھنٹے کے بعد وہ اس کمرے میں گئی۔ جہاں اس نے نایوم کو چائے پینے کے لئے بٹھایا تھا۔

نایوم نے چائے کے پیالے کو ختم کر کے، بڑے سلیقے سے طشتری پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میری عزیز خاتون، کہو تم میرے لئے کیا خبر لے کر آئی ہو۔"

کریلوا نے جواب دیا۔

"صرف اتنی سی خبر کہ جا کر مالکن سے ملو۔"

"بہت اچھا۔۔۔" نایوم نے جواب دیا اور کریلوا کے پیچھے پیچھے چلتا، ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

خفیہ ملاقات

نایوم جاگیردارنی سے ملنے پھر ڈرائینگ روم میں گیا۔

دروازہ بند ہو گیا۔

جب وہ دروازہ دوبارہ کھلا اور نایوم سر جھکاتا، سلام کرتا باہر نکلا تو وہ آکیم کی سرائے کا مالک بن چکا تھا۔

دو ہزار آٹھ سو روبل میں سرائے کا سودا ہو گیا تھا۔

یہ بھی طے پا گیا تھا کہ فروختگی کی سرکاری دستاویز جتنی جلدی ممکن ہو سکے، تیار کر لی جائے۔

یہ بھی طے پایا کہ جب تک یہ دستاویز تیار نہ ہوں، معاملے کو راز میں رکھا جائے۔

ہر بات طے پا گئی تھی۔

نایوم نے جاگیردارنی لزا کو ایک سو روبل بطور بیعانہ نقد ادا کر کے سودا پکا کر لیا۔

یہ سودا کرانے میں جاگیردارنی لزا کی چہیتی ملازمہ کریلوا نے خفیہ اور موثر ترین کردار ادا کیا تھا۔ سودے کی بات چیت سے بھی پہلے نایوم نے کریلوا کو اعتماد میں لے کر رازدار بنایا تھا۔ یہ کریلوا ہی تھی، جس نے دلائل اور لالچ سے جاگیردارنی کو مجبور کر دیا کہ وہ سرائے بیچنے پر آمادہ ہو جائے۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔

نایوم نے اس خدمت کے عوض کریلوا کو دو سو روبل بطور تحفہ دیئے۔

جب وہ اپنے چھکڑے پر سوار ہو رہا تھا تو اس نے اپنے آپ سے کہا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

"اے قسمت تیرا شکریہ، بہت اچھا سودا ہوا۔"

○

جس وقت یہ خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ آکیم اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس رکھے بینچ پر بیٹھا، اپنی داڑھی کو انگلیوں سے کرید رہا تھا۔

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اسے ابھی تک اپنی بیوی پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ وہ اس پر پہلے کی طرح اعتماد کرتا تھا۔ اگرچہ کچھ اچھے لوگ جو اس کے بہی خواہ تھے، اسے اشاروں میں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اب وہ اپنے حواس میں آجائے۔ ایک نے تو اسے یہاں تک کہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وہ ہوش میں آجائے۔

آکیم نے کئی بار یہ محسوس کیا تھا کہ اس کی بیوی بہت چڑچڑی ہو گئی ہے اور اس سے بالکل لاتعلق ہو چکی ہے لیکن یہ کوئی ایسی وجہ نہیں تھی کہ جس کی بنا پر وہ کوئی قدم اٹھاتا، وہ سوچتا، عورتوں کا کیا ہے اور بھلا کون سی ایسی عورت ہے، جس کا موڈ تبدیل نہیں ہوتا۔

حتیٰ کہ ایسے لمحوں میں جب آکیم کو خود یہ محسوس ہوا کہ گھر میں کوئی نہ کوئی خرابی اور گڑبڑ واقع ہو چکی ہے۔ اس نے یہ خیال ہی دل سے نکال دیا کیونکہ وہ اپنے گھر کے ماحول کو خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جہاں اس میں تحمل بڑھ گیا تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ گھر میں کوئی جھگڑا ہو۔

لیکن آج جب وہ کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ اس کے مزاج میں بہت تلخی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن پہلے، غیر ارادی طور پر، اتفاقیہ، اس کے کانوں نے وہ گفتگو سن لی تھی جو اس کی باورچن اور ایک دوسری عورت کے درمیان ہو رہی تھی۔

وہ عورت باورچن سے پوچھ رہی تھی کہ وہ چھٹی کے دن بھی اسے ملنے کے لئے کیوں نہ آئی۔

"تم جانتی ہو، میں پوری شام تمہارا انتظار کرتی رہی۔"

باورچن نے جواب دیا۔

"میں تمہاری طرف آرہی تھی کہ اپنی مالکن سے سامنا ہو گیا، لعنت ہو اس پر۔۔۔۔۔۔"

"تمہارا اس کا کہاں آمنا سامنا ہوا، ذرا مجھے بھی تو بتاؤ۔"

باورچن نے جواب دیا۔

"پادری کے گھر کے پیچھے، جو موڑ ہے، چھپا ہوا موڑ، وہاں۔۔۔ وہ وہاں اپنے نایوم سے مل رہی تھی۔ مجھے تاریکی میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جانے کیا ہوا کہ میں سیدھی اس سے جا ٹکرائی۔"

"کمال ہے تم اس سے جا ٹکرائیں اور وہ وہاں اس کے ساتھ کیا کر رہی تھی، کیا وہ وہاں اس کے پاس کھڑی تھی یا؟" عورت نے بڑے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

باورچن کہنے لگی۔

"ہاں وہ اس کے پاس کھڑی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ کہنے لگی کہ تم اس وقت کہاں جا رہی ہو، چلو واپس گھر جاؤ۔۔۔۔ ابھی۔"

"میں سمجھ گئی۔" عورت نے کہا۔

"پھر تم نے اسے الوداع کہا ہو گا اور واپس گھر آگئی ہو گی۔"

یہ گفتگو جو آکیم نے اتفاقیہ سن لی تھی، اس نے اس کے منہ کا ذائقہ خراب کر دیا تھا۔

اپنی بیوی دونیشہ کے لئے اس کے دل میں جو محبت اور جذبہ تھا، وہ ٹھنڈا پڑنے لگا۔ پھر بھی جو کچھ اس نے سنا تھا وہ اس پر زیادہ غور کرنا نہیں چاہتا تھا، وہ کسی انجانے

allurdupdfnovels.blogspot.com

خوف کی وجہ سے اندر ہی اندر ٹوٹ رہا تھا اور اس کی کوشش تھی کہ وہ اس ٹوٹ پھوٹ سے بچ جائے۔

شک اور غصہ

اس میں کچھ شک نہیں تھا کہ دونیشہ اس شام نایوم سے ملنے گئی تھی۔ نایوم سڑک کے موڑ پر، ایک درخت کی تاریک چھاؤں میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ درخت کا پورا وجود شبنم سے بھیگا ہوا تھا اور درخت سے باس آ رہی تھی۔

چاند ابھی ابھی نکلا تھا اور دھند آلود تاریکی میں چاند ایک بڑے ارغوانی گیند کی طرح آسمان پر لٹکا دکھائی دے رہا تھا۔

نایوم نے دور سے آتی ہوئی دونیشہ کے تیز تیز قدموں کی آواز سنی تو وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس سے ملا۔ جب وہ اس کے قریب آئی تو چاند اس کے چہرے پر چاندنی بکھیر رہا تھا۔

دونیشہ کا چہرہ خوفناک حد تک زرد دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا تم وہ لے آئیں۔؟" نایوم نے پوچھا۔

اس کی آواز میں بڑی بے چینی تھی۔

دونیشہ نے کمزور سی آواز میں جواب دیا۔

"ہاں میں لے آئی.... میرے پاس ہے۔"

نایوم نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور بولا۔

"لاؤ وہ مجھے دیدو۔"

دونیشہ نے اپنی شال کے اندر سے ایک پارسل نکالا۔ نایوم نے اسے اس کے

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

دونیشہ نے نایوم کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ وہ بولی تو اس کی آواز میں خوف بھی تھا۔ اور التجا بھی۔

"نایوم۔۔۔۔ میں نے اپنی روح تک کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ تمہارے لئے۔۔۔۔۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب باورچن اس سے جا ٹکرائی تھی۔۔۔۔

○

اب آکیم اپنے کمرے میں بیٹھا تھا۔ وہ شدید تلخی محسوس کر رہا تھا۔ وہ دونیشہ کو بار بار کمرے میں آتے اور جاتے دیکھ رہا تھا اور خاموش تھا۔ اس کے اندر طوفان مچل رہا تھا۔ اس کی نگاہیں مسلسل دونیشہ کے تعاقب میں تھیں۔

وہ پھر کمرے کے اندر آئی۔ آکیم کی جیکٹ جو بستر پر پڑی تھی اسے اٹھایا اور پھر کمرے سے جانے لگی تو آکیم کے ضبط کا پیالہ بھر گیا۔ وہ یوں بولنے لگا جیسے اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہو۔

"یہ بڑی حیران کن اور دلچسپ بات ہے کہ عورتیں ٹک کر بیٹھ ہی نہیں سکتی ہیں۔ ان سے یہ کہنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ وہ ایک منٹ کے لئے آرام سے بیٹھ جائیں۔۔۔۔ یہ عورتیں بھی خوب ہیں۔ یہ ہمیشہ گھر سے دور بھاگتی ہیں، کوئی وقت نہیں دیکھتی ہیں، خواہ صبح ہو یا شام۔۔۔۔۔"

دروازے کے قریب کھڑے ہو کر دونیشہ نے اپنے خاوند کی پوری بات سنی، جب اس نے لفظ "شام" کہا تو اس کے سر میں ہلکی سی جنبش پیدا ہوئی اور پھر وہ تیز لہجے میں کہنے لگی۔

"میری قسمت، ایک بار جب تم بولنا شروع کرتے ہو تو رکتے ہی نہیں۔"

اس کے بعد دروازے کو زور سے بند کر کے وہ باہر چلی گئی۔ اس نے آکیم کی خود کلامی پر غور کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ عرصے سے وہ آکیم کی باتوں پر توجہ ہی نہیں دیتی تھی۔ سنی ان سنی کر دیتی۔ وہ کوئی واقعہ سنانے لگتا تو وہ جمائیاں لینے لگتی اور پھر اٹھ کر چلی جاتی۔

آکیم نے بند دروازے پر نگاہ ڈالی۔ اس نے اپنے آپ سے دونیشہ کی بات دہرائی "ایک بار جب تم بولنا شروع کرتے ہو۔۔۔"

پھر اس نے داڑھی کھجاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا "میرے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کرتا اور ادھر دیکھو، اس آدمی کو۔۔۔ وہ بھی ہماری نسل کا ہے اور۔۔۔۔۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ سوچا پھر اس نے اپنے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ سے ایک مکا مارا۔۔۔۔۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

دستاویز

اس کے بعد کے کچھ دن عجیب انداز سے گزرے۔

آکیم اپنی بیوی کو یوں دیکھتا رہتا، جیسے وہ اس سے کسی معاملے پر گفتگو کرنا چاہتا ہو۔ اس کی بیوی اسے ایسے انداز میں دیکھتی، جیسے اسے اپنے شوہر پر کسی بات کا شک ہو۔ ان دونوں کے درمیان تناؤ بھری خاموشی چھا گئی تھی۔ بولنے میں پہل آکیم کرتا۔ اس کے پاس بھی کرنے کے لئے کوئی بات نہیں تھی۔ وہ گھر کے بارے میں کسی کی لاپروائی کا ذکر کرتا یا پھر یونہی عورتوں کے بارے میں کوئی بات کہہ دیتا۔

دونیشہ اس کی کسی بات پر ردعمل کا اظہار نہ کرتی۔ اصل میں آکیم بنیادی طور پر اچھے مزاج کا انسان تھا۔ پھر اسے اپنی بیوی سے محبت تھی۔ اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو وہ اتنا ہچکچاتا اور نہ ہی اتنا کڑھتا بلکہ کھل کر دل کی بات کر سکتا تھا۔

اور پھر ایک واقعہ ہوا.....

یہ فصل کٹنے کا موسم تھا۔ اس لئے سرائے میں کوئی مسافر بھی ٹھہرا ہوا نہیں تھا۔ دونیشہ اور آکیم دوپہر کے کھانے پر بیٹھے، جب انہوں نے ایک چمکڑے کو تیزی سے سڑک پر بھاگتے ہوئے آتے دیکھا اور پھر وہ چمکڑا تیزی سے ان کی سرائے کے پورچ میں آکر رک گیا۔

آکیم نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ چمکڑے سے نایوم کو اترتے دیکھ کر آکیم کی نگاہ میں غصہ شامل ہو گیا۔ دونیشہ نے نایوم کو نہیں دیکھا تھا، لیکن جب اس نے باہر سے

آتی اس کی آواز سنی تو اس کی انگلیوں میں پکڑا چمچہ کانپنے لگا۔

باہر نایوم سرائے کے ملازم کو ہدایت دے رہا تھا کہ وہ اس کے گھوڑوں کو صحن میں لے جائے۔

پھر وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

اس نے سر سے اپنا ہیٹ اتارتے ہوئے کہا۔

"دن بخیر۔۔۔۔۔۔۔"

"دن بخیر۔" آکیم نے دانتوں کو دبا کر کہا۔ "کہیں دور سے آ رہے ہو؟"

"نہیں دور سے نہیں۔"

اس نے جواب دیا اور بینچ پر بیٹھ کر بولا۔

"میں جاگیردارنی سے ملنے گیا تھا۔"

آکیم اپنے بینچ پر بیٹھا تھا۔ وہ نایوم کے استقبال کے لئے بھی نہ اٹھا تھا، اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے تم جاگیردارنی سے کسی کاروباری سلسلے میں ملنے گئے ہو گے۔"

ہاں.... کاروبار کے سلسلے میں ہی گیا تھا۔"

پھر نایوم نے دونیشہ کی طرف دیکھا اور بولا۔

"میرا آداب قبول کریں۔۔۔۔۔"

دونیشہ نے جواب دیا۔

"کیسے ہیں آپ نایوم؟"

اس کے بعد کئی منٹوں تک خاموشی چھائی رہی۔

نایوم نے بات چھیڑی۔

"یہ کیا کھا رہے ہو، شوربہ لگتا ہے۔"

"ہاں شوربہ ہے لیکن تمہاری پسند کا نہیں۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

آکیم نے جواب دیا اور اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔

نایوم نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے یہ شوربہ کیوں پسند نہیں آئے گا؟"

"کہہ جو دیا کہ یہ تمہاری پسند کا نہیں اور بس۔۔۔۔"

آکیم کی آنکھوں میں غصہ چمک رہا تھا۔ اس نے میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"میرے گھر میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔۔۔۔ سنا تم نے۔"

نایوم نے پوچھا۔

"آکیم کیا ہوا؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

آکیم نے جواب دیا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا، بس میں تمہیں دیکھنا نہیں چاہتا۔ میرا دل بھر چکا ہے تم سے۔"

یہ کہہ کر آکیم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔

"تم میرے گھر کے ضرورت سے زیادہ چکر لگانے لگے ہو۔۔۔۔ بس یہی آخری بات ہے۔"

نایوم بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میرے خیال میں تمہارا دماغ چل گیا ہے۔"

وہ مسکرایا اور دونیشہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟"

آکیم کانپتے ہوئے بھاری آواز میں چیخا۔

"میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤ۔ میری بیوی کو مت مخاطب کرو۔۔۔ سنا۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

نایوم نے پھر پوچھا۔

"یہ تم مجھے کیا کہہ رہے ہو؟ کیوں؟"

آکیم نے اسی چیختے لہجے میں کہا۔

"یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ کہہ رہا ہوں تمہیں۔۔۔ وہ ہے سامنے دروازہ۔ دیکھ رہے ہو ناں تم۔۔۔۔ یہاں سے نکل جاؤ ابھی۔۔۔۔"

نایوم اس کی طرف کچھ قدم آگے بڑھا۔

دونیشہ ابھی تک پتھر کی طرح میز پر ہی بیٹھی تھی۔ وہ گڑگڑائی

"خدا کے لئے۔۔۔۔ میرے لئے۔۔۔۔ لڑائی نہ کرنا۔"

نایوم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم پریشان نہ ہو۔ بھلا ہم کیوں لڑیں گے؟"

پھر وہ آکیم کی طرف مڑا اور بولا۔

"میرے خدا۔۔۔۔ یہ تم نے کیا شور مچا رکھا ہے؟"

اور پھر یکدم نایوم کا لہجہ بدلا۔

"واہ۔۔۔۔ ذرا دیکھو تو اپنی طرف، کتنے بہادر ہو تم۔۔۔۔ یہ تو کبھی کسی نے سنا نہ ہو گا کہ کوئی کسی کو گھر سے نکل جانے کا حکم دے اور وہ گھر اس کا نہ ہو۔ اور پھر گھر سے نکل جانے کا حکم بھی کسے دے۔۔۔۔ اسے جو گھر کا مالک ہو۔"

آکیم نے تیزی سے پوچھا۔

"کیا بک رہے ہو تم، کیا مطلب ہے تمہارا کہ یہ گھر میرا نہیں اور میں اس کا مالک نہیں۔"

نایوم نے اپنی آنکھوں کو سکیڑا اور اپنے سفید دانت دکھاتے ہوئے مسکرایا۔

"یہ صرف میرا ہے۔"

"تم۔۔۔۔ کیا میں اس گھر کا مالک نہیں ہوں؟"

allurdupdfnovels.blogspot.com

نایوم نے جواب دیا۔

"کیا تم بہرے ہو گئے ہو۔ سنا نہیں تم نے، میں کہہ رہا ہوں، یہ میرا گھر ہے۔۔۔ میں اس کا مالک ہوں۔"

آکیم نے نایوم کو گھورا اور تھوڑی دیر کے لئے وہ جیسے بولنا ہی بھول گیا۔ اپنے آپ کو سنبھال کر وہ پھر کہنے لگا۔

"کیا تم پاگل ہو۔ جو ایسی بکواس کر رہے ہو۔ تم کیسے اس گھر کے مالک بن گئے؟"

نایوم نے چلا کر کہا۔

"مجھے تم سے بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔"

پھر اس نے مہر لگا سرکاری کاغذ اپنی جیب سے نکالا۔ جس کو چار تہیں دے کر سنبھالا گیا تھا۔ اسے کھول کر وہ بولا۔

"اسے دیکھو، یہ سرکاری دستاویز ہے۔۔۔ دیکھا۔۔۔ یہ زمین اور یہ سرائے بک چکی ہے۔ میں نے اسے اس کی اصلی مالک جاگیردارنی لزا سے خریدا ہے۔

دیکھا۔۔۔۔ یہ سودا کل شہر میں سرکاری طور پر طے پا چکا ہے۔ یہ دستاویز دیکھو۔۔۔ اور سنو اب اس جگہ کا مالک میں ہوں۔ تم نہیں۔"

نایوم نے یہ کہہ کر وہ کاغذ اپنی جیب میں رکھا اور گویا حکم دیا۔

"جاؤ اور جا کر اپنی ذاتی چیزیں سمیٹو اور خیال رہے۔ کل صبح کے بعد نہ تو یہاں تمہاری شکل دکھائی دے اور نہ ہی آواز۔ سنا تم نے؟"

آکیم یوں کھڑا تھا۔ جیسے اس پر بجلی گر گئی ہو۔

پھر وہ چیخنے لگا۔

"لٹیرے۔۔۔ تم لٹیرے ہو۔۔۔۔۔"

وہ اپنے ملازموں کو آوازیں دینے لگا۔

"سب ادھر آؤ۔ دونیشہ تم بھی۔۔۔ اسے پکڑو۔۔۔۔ پکڑ لو اسے جانے نہ پائے۔

نایوم بولا تو اس کے لہجے میں واضح طور پر دھمکی موجود تھی۔

"میں تمہیں خبردار کرتا ہوں، کوئی احمقانہ حرکت نہ کرنا ورنہ تم خود ذمے دار ہو گے۔"

آکیم جیسے پاگل ہو گیا تھا۔

تم نے میری بیوی چھین لی۔۔۔ کیا تمہارے لئے یہی کافی نہیں تھا جو تم نے میرے گھر اور سرائے اور میری ہر چیز کو چھین لیا، لوٹ لیا، لٹیرے، گلا کاٹنے والا، قاتل۔۔۔ نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں ایسا کرنے نہیں دوں گا۔ میں خود جاؤں گا، میں سب کچھ خود بتاؤں گا۔ کیسے بک سکتی ہے سرائے۔۔۔۔ جانا نہیں۔۔۔۔ میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آیا۔۔۔۔

اور پھر پاگلوں کی طرح سر پر ٹوپی اوڑھے بغیر وہ گھر سے نکل بھاگا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

جاگیردارنی

آکیم دروازے کے باہر باورچن سے ٹکرایا۔
اسے بھاگتا دیکھ کر وہ پوچھنے لگی۔
"تم کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ کیا ہوا تمہیں۔۔۔۔"
"جاگیردارنی کے پاس جا رہا ہوں۔" آکیم نے چیخ کر کہا۔ "جاگیردارنی کے ہاں۔۔۔۔"
چیختا ہوا، آکیم نایوم کی گاڑی کے پاس پہنچا۔ ابھی اس کے گھوڑے کھول کر صحن میں نہیں لے جائے گئے تھے۔ وہ اچھل کر گاڑی میں سوار ہوا، لگامیں پکڑیں، گھوڑوں کو چابک لگایا اور پوری طاقت سے انہیں دوڑاتا، جاگیر کی طرف رخ موڑ دیا۔
گاڑی چلاتے ہوئے وہ چیخ رہا تھا۔
"مالکن میں نے ایسا کیا کیا تھا کہ تم نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا۔۔۔۔ میں نے تو تمہیں خوش رکھنے کی ہمیشہ انتہائی کوشش کی۔"
وہ گھوڑوں کو چابک مار کر تیز دوڑاتا رہا۔ سامنے سے آنے والے لوگ اسے رستہ دیتے رہے اور اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے، سوچتے یہ آکیم کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔
پندرہ منٹوں کے اندر اندر وہ حویلی پہنچ گیا۔ گاڑی کو پورچ میں روک کر، وہ پھلانگ لگا کر نیچے اترا۔ اور سامنے بھاگا۔
حویلی کے بڑے ہال کے باہر اونگھتا ہوا دربان چونکا۔

"کیوں آئے ہو۔ یہاں، کیا چاہیے تمہیں۔؟"
"میں مالکن سے ملنا چاہتا ہوں۔ مالکن سے۔"
آکیم ہانپ رہا تھا۔
کیا ہوا۔۔۔ خیر تو ہے۔" دربان نے پوچھا۔
"کوئی خاص بات نہیں۔۔۔۔ میں مالکن سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔ بس۔۔۔۔"
دربان کمر سیدھی کر کے کھڑا ہوا۔ وہ حیرت سے ہانپتے اور بوکھلائے ہوئے آکیم کو دیکھ رہا تھا۔
"آرام سے بات کرو۔۔۔ کیا ہوا۔؟" دربان نے پوچھا۔
آکیم بھی کچھ سنبھلا اور دربان سے کہا۔
"پیوٹر، مالکن کو اطلاع دو کہ آکیم آیا ہے اور ان سے ملنا چاہتا ہے۔"
"ٹھیک ۔۔۔۔ میں جا کر اطلاع دیتا ہوں۔ یہاں انتظار کرو۔ میرا خیال ہے، تم نے پی رکھی ہے۔ خیر۔۔۔۔۔"
دربان اطلاع دینے چلا گیا۔
آکیم سر جھکائے کھڑا رہا۔ وہ بہت بوکھلایا ہوا تھا۔ جس جوش سے وہ یہاں تک پہنچا تھا، اب بھاپ بن کر وہ جوش ہوا ہو گیا تھا۔
دربان نے جب جاگیردارنی کو آکیم کی اطلاع دی تو وہ بوکھلا گئی۔ اس نے اسی وقت کریلوا کو اپنی سٹڈی میں طلب کیا۔ جونہی کریلوا آئی۔ جاگیردارنی نے کہا۔
"میں اسے نہیں مل سکتی۔۔۔ میں اسے کیا کہوں گی، میں تو اسے بالکل نہیں مل سکتی۔ میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ وہ آئے گا اور شکایت کرے گا۔ میں نے تمہیں کہا بھی تھا۔۔۔۔"
کریلوا نے فوراً جواب دیا۔
آپ کو اس سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اس سے نہ ملیں۔ آپ اس سے

allurdupdfnovels.blogspot.com

ملنے کی زحمت ہی کیوں اٹھاتی ہیں۔"

"جاگیردارنی نے پوچھا۔

"تو پھر میں کیا کروں؟"

کریلوا نے جواب دیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے مل لوں۔"

جاگیردارنی کے سر سے جیسے بوجھ اتر گیا۔

"بے شک تم اس سے مل لو۔۔۔ اس سے بات کرو۔ اسے بتاؤ۔۔۔ کہ یہ ضروری تھا۔۔۔ میں اسے انعام دوں گی۔ کریلو تم سمجھ دار ہو، تم جانتی ہی ہو کہ ایسے موقع پر کیا کہنا چاہیے۔" کریلوا نے اپنی مالکن کو یقین دلایا۔

"میں جانتی ہوں اسے کیا کہنا چاہیے۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" یوں کریلوا کمرے سے نکلی تو اس کا سر اٹھا ہوا تھا۔ جب وہ چلتی تھی تو اس کے چمڑے کے جوتے چوں چوں کی آواز نکالتے تھے۔

پندرہ منٹ کے بعد وہ دوبارہ سٹڈی میں داخل ہوئی، اسے دیکھتے ہی جاگیردارنی نے پوچھا۔

"کیا کہا آکیم نے۔۔۔۔"

جاگیردارنی کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"کچھ بھی نہیں۔" کریلوا نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"اس نے کہا کہ وہ سب کچھ آپ کی رضا پر چھوڑتا ہے۔ وہ آپ کی خوشحالی اور صحت کے لئے دعا گو ہے۔ جہاں تک اس کا تعلق ہے تو اس کے پاس اتنا کچھ ہے کہ جو زندگی بھر اس کے لئے کافی ہو گا۔"

جاگیردارنی نے پوچھا۔

"اس نے کوئی شکایت نہیں کی؟"

"نہیں مادام اور وہ شکایت کیسے کر سکتا تھا۔"

جاگیردارنی کی ابھی پوری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے پوچھا۔

"تو پھر وہ یہاں کیوں آیا تھا۔ مجھے کیوں ملنا چاہتا تھا۔"

کریلوا نے جواب دیا۔

"وہ آپ سے یہ پوچھنے آیا تھا کہ جب تک آپ اسے انعام سے نہیں نوازتی ہیں۔ اسے اس برس کا کرایہ معاف نہیں کر دیتی۔۔۔۔ اور یہ کہ۔۔۔۔"

جاگیردارنی نے بڑے جوش سے کہا۔

"بے شک بڑی خوشی سے۔۔۔ میں اسے معاف کرتی ہوں کرایہ۔۔۔ بڑی خوشی سے اور ہاں کریلوا اسے یہ کہہ۔ میں اسے انعام دوں گی۔ کریلوا تمہارا بھی شکریہ۔۔۔ ہاں آکیم بہت اچھے دل کا مالک ہے۔"

یہ کہہ کر جاگیردارنی نے میز پر پڑا تین روبل کا ایک نوٹ اٹھا کر کریلوا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں۔۔۔۔ یہ اسے دیدو۔۔۔۔ اسے کہنا، میں اسے انعام دوں گی اور سال کا کرایہ معاف کرتی ہوں۔ ہاں یہ اسے دیدو۔"

"بہت اچھا مالکن۔" یہ کہہ کر کریلوا نے وہ نوٹ لے لیا اور سٹڈی سے نکل گئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

چالاک کریلوا

کریلوا سیدھی اپنے کمرے میں گئی۔

وہ راستے میں ایک لمحے کے لئے بھی کہیں نہ رکی۔ اس کے پلنگ کے سرہانے ایک چھوٹا سا پیتل کا بنا ہوا ڈبہ بنا تھا۔ اس نے اس کا تالا کھولا۔ اس میں تین روبل کا نوٹ رکھا اور اسے پھر تالا لگا دیا۔

وہ اپنے پیسے اسی میں رکھتی تھی اور اس میں معمولی رقم نہیں تھی۔

اگرچہ کریلوا نے آکیم سے اپنی ملاقات اور اس کی روداد سے اپنی مالکن کو مطمئن کر دیا تھا لیکن صورتحال ایسی نہیں تھی۔ جیسی اس نے اپنی مالکن کو بتائی تھی۔

کریلوا نے دربان سے کہا کہ وہ آکیم سے کہے کہ وہ اس سے ملازموں کے ہال میں ملے گی۔ یہ پیغام سن کر آکیم نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔ وہ تو مالکن سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ مجھے جاگیردارنی کی چہیتی ملازمہ سے مل لینا چاہیے۔ وہ پچھلے راستے سے ہوتا ہوا ملازموں کے حصے میں پہنچا۔

ایک کمرے میں کریلوا موجود تھی۔

آکیم دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

گفتگو کا آغاز کریلوا نے کیا جو اسے سختی سے گھور رہی تھی۔

"تم مالکن سے ملنا چاہتے تھے؟"

آکیم نے سر ہلا کر ہاں میں جواب دیا۔ کریلوا پوچھنے لگی۔

"تم مالکن سے نہیں مل سکتے۔ اور ملنے سے حاصل کیا ہو گا، جو ہو چکا تم اب اسے بدل نہیں سکتے۔ تم مالکن کے لئے پریشانی کا سبب بنو گے اور وہ تم سے اس وقت ملنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔"

"مل نہیں سکتی ہیں۔" آکیم نے دہرایا۔ "کیوں..... تو کیا میں اپنا سب کچھ گنوا دوں... گھر بار سرائے..... سب کچھ۔"

کریلوا نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"سن آکیم، میں جانتی ہوں تم ہمیشہ سے ایک معقول اور سمجھدار انسان ہو۔ جو کچھ ہوا وہ مالکن کی مرضی تھی۔ اس کا فیصلہ تھا۔ اب اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ جب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تو پھر بات چیت سے کیا ملے گا؟ تم مجھ سے اتفاق کرتے ہو نا۔"

آکیم نے اپنے ہاتھ پشت پر باندھ لئے اور خاموش رہا۔

"تمہیں تو اب یہ سوچنا ہے کہ اتنے عرصے میں تم پر زمین کا جو کرایہ واجب الادا ہے۔ مالکن اس میں کمی کر دے۔ ہاں تمہیں تو یہ سوچنا چاہیے۔ مالکن سے درخواست کرنی چاہیے کہ وہ تمہیں انعام دے..... تھوڑا بہت انعام....."

آکیم نے پھر پہلے جیسی مردہ آواز میں کہا۔

"تو تمہارے خیال میں مجھے اپنا گھر سب کچھ اس طرح کھو دینا چاہیے۔"

کریلوا نے ذرا اصرار سے کہا۔

"آکیم تم خود بھی مجھ سے بہتر جانتے ہو کہ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ جو ہونا تھا سو ہو گیا۔"

آکیم نے سر ہلایا پھر کہنے لگا۔

"اچھا کم از کم مجھے اتنا تو بتا دو کہ اس نے میری سرائے کی کتنی قیمت وصول

allurdupdfnovels.blogspot.com

کی۔۔۔۔"

"یہ میں نہیں جانتی۔" کریلوا نے جواب دیا۔

"میں تمہیں بتا نہیں سکتی ارے۔۔۔۔ آکیم تم کھڑے کیوں ہو، کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

آکیم نے عجیب جواب دیا۔

"میں کھڑا رہ سکتا ہوں۔ ہم لوگ تو کھڑے ہونے کے عادی ہوتے ہیں کیونکہ میری کیا حیثیت ہے، ایک غلام۔"

کریلوا نے کہا۔

"آکیم کیا کہہ رہے ہو تم۔ اب تم غلام نہیں ہو۔ تم ایک تاجر ہو۔ ہر لحاظ سے ایک تاجر ہو۔ تم گھریلو غلاموں اور ملازموں سے بلند ہو۔ تم اپنی کس حیثیت کی بات کر رہے ہو۔ ایسی باتوں کو دل پر نہیں لگایا کرتے۔ کیا تم چائے پیو گے؟"

آکیم نے مایوسی سے جواب دیا۔

"نہیں۔۔۔۔ میں چائے نہیں پیوں گا۔ شکریہ، اچھا تو میں نے اپنا سب کچھ کھو دیا، گنوا دیا۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔ مجھے معاف کر دینا کہ میں نے تمہیں زحمت دی۔۔ تم اچھی عورت ہو کریلوا۔۔۔ شکریہ"

یہ کہہ کر آکیم تیزی سے وہاں سے چل دیا۔ اس کے جاتے ہی کریلوا نے اپنا ایپرن ٹھیک سے باندھا اور تیز تیز چلتی مالکن کو خبر دینے چلی گئی۔

فریاد

باہر نکل کر آکیم نے اپنے آپ سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں واقعی ایک تاجر بن گیا ہوں۔ تاجر۔"

وہ تلخی سے ہنسا۔ پھر اپنے آپ سے کہا۔ "میرا خیال ہے اب مجھے اپنے گھر جانا چاہیے۔"

وہ یکسر بھول گیا کہ وہ زیوم کی گاڑی میں بیٹھ کر یہاں پہنچا تھا۔ وہ اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا پیدل ہی چلنے لگا۔ وہ کوئی فرلانگ دو فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے اپنے خیالوں میں گم جا رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے سے چھکڑے کے پہیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ کوئی اسے پکار رہا تھا۔

"آکیم۔۔۔۔ آکیم۔۔۔ بھئی سنو۔"

آکیم نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ یہ اس کا پرانا دوست بفریم تھا۔ وہ چھوٹے قد کا گبرا آدمی تھا، جس کی ناک چھوٹی، آنکھیں بھی چھوٹی اور دھنسی ہوئی۔۔۔ اس نے اپنے پرانے چھکڑے پر خشک گھاس ڈال رکھی تھی اور اس پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر پوچھا۔

"گھر جا رہے ہو، آکیم۔؟"

آکیم جو رک چکا تھا، بولا۔

"ہاں گھر۔۔۔۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

"بیٹھ جاؤ۔ میں پہنچا دیتا ہوں۔"

"شکریہ۔" آکیم نے کہا۔

یفریم نے اس کے لئے جگہ بنائی اور آکیم اس کے پاس چھکڑے پر بیٹھ گیا۔ یفریم نے پی رکھی تھی اور نشے میں تھا۔ اس کے چھکڑے کی گھوڑی کمزور اور تھکی ہوئی تھی۔ وہ اسے چابک مارنے لگا۔ کافی دور تک وہ خاموش بیٹھے رہے۔ آکیم سر جھکائے اپنی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر یفریم نے اچانک پوچھا۔

"یہ تم ننگے سر کہاں سے آ رہے ہو؟"

پھر اس کا جواب سنے بغیر کہنے لگا۔

"میں سمجھ گیا تم اپنا ہیٹ شراب خانے میں بھول آئے ہو، میں جانتا ہوں۔ تم اچھے آدمی ہو۔"

یفریم رکا، پھر ترنگ میں بولتا چلا گیا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تم سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ تم ظالم نہیں ہو۔ بد دماغ نہیں ہو۔ گپی اور بکواسی نہیں ہو۔ تم ایماندار آدمی ہو۔۔۔۔"

اور پھر انہوں نے ایک عورت کی اونچی آواز سنی۔

"روکو۔۔۔۔ روکو۔۔۔۔"

آکیم نے دیکھا کہ ایک کھیت سے بھاگتی ہوئی عورت چھکڑے کی طرف آ رہی ہے۔ مگر وہ ایسے خستہ حال تھی کہ پہچانی نہیں جا رہی تھی کہ کون ہے۔

"روکو۔۔۔۔ روکو۔۔۔۔"

وہ عورت بھاگتے ہوئے پھر چیخی۔ اب وہ قریب آ گئی تھی اور آکیم نے اسے پہچان لیا۔

وہ اس کی بیوی دونیشہ تھی۔

آکیم نے لگامیں ہاتھ میں لے کر کھینچیں اور چھکڑے کو روک دیا۔

"ہیں۔۔۔۔ کیوں روکا تم نے چھکڑے کو۔ کمال ہے تم ایک عورت کے لئے چھکڑا روک رہے ہو۔"

دونیشہ بھاگتی ہوئی آئی اور پھر قریب پہنچ کر اس طرح گری کہ اس کا چہرہ مٹی سے لت پت ہو گیا۔ اس نے فریاد کی۔

"آکیم اس نے مجھے بھی گھر سے نکال پھینکا ہے۔"

آکیم نے اسکی طرف غور سے دیکھا مگر کوئی حرکت نہیں کی۔ جیسے لگامیں کھینچے بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھا رہا۔

"ہر۔۔ ہر۔۔۔" یفریم نے نعرہ لگایا۔ وہ چاہتا تھا کہ چھکڑا چل پڑے۔ وہ اپنی گھوڑی کو للکار رہا تھا۔

"اچھا تو اس نے تمہیں بھی باہر پھینک دیا۔"

سسکیاں بھرتے ہوئے دونیشہ نے جواب دیا۔

"ہاں اس نے مجھے بھی نکال دیا اور میرے پیارے پیارے آکیم۔ وہ کہتا ہے کہ اب وہ گھر اس کا ہے۔ اس نے کہا، نکل جاؤ۔ یہاں سے، اس نے کہا۔۔۔۔۔"

"یہ تو بہت اچھا ہوا، بہت عمدہ، کیا یہ اچھا نہیں۔" یفریم اپنی ہی ترنگ میں بول رہا تھا۔

آکیم پتھر کی طرح چھکڑے میں جما بیٹھا تھا۔ اس نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے تم وہاں رہنا چاہتی تھیں۔۔۔۔"

"میں وہاں کیسے رہ سکتی تھی۔" دونیشہ نے کہا۔ "کیسے؟"

وہ گھٹنوں کے بل مٹی پر جھک گئی۔

تم سب کچھ نہیں جانتے آکیم، تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ مجھے مار دو، آکیم مجھے قتل کر دو۔ یہیں اسی وقت، اسی جگہ، ابھی قتل کر دو۔"

آکیم نے بڑے مایوس لہجے میں کہا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

"میں تمہیں بھلا قتل کرنا کیوں چاہوں گا۔ تم نے خود اپنی بربادی کا سامان کیا۔ سو اب کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مگر آکیم تم کچھ نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے..... روبل..... تمہارے سارے روبل..... سب چلے گئے..... لکڑی کے تختوں کے نیچے تم نے جتنی رقم جمع کر رکھی تھی۔ میں نے نکالی اور اسے دیدی۔ اس بدمعاش کو..... میں نے نایوم کو دیدی... آہ..... مجھ پر لعنت بھیجو..... لعنت بھیجو مجھ پر، تم نے مجھے کیوں بتایا تھا کہ تم نے سارا پیسہ کہاں چھپا رکھا ہے۔ آہ میں بدبخت..... میری بدبختی..... آکیم یہ تمہارے پیسے تھے، جن سے اس نے سرائے خریدی۔ بدمعاش..... بدمعاش....."

وہ آہیں بھر رہی تھی، سسک رہی تھی...

آکیم نے زمین پر چھلانگ لگادی۔ اب وہ چمگڑے میں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

"اچھا تو سب روپیہ بھی..... سرائے بھی، گھر بھی..... اور یہ تم تمہیں..... تم نے روپے وہاں سے نکالے..... ناگن..... میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

جو کچھ یفریم نے دیکھا اور سنا تھا، اس سے اس کا نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ کہنے لگا۔

"آکیم، اس کی پٹائی نہ کرنا، اسے قتل نہ کرنا۔"

دونیشہ چیختی ہوئی آکیم کے قدموں سے لپٹ کر کہنے لگی۔

"پیارے مجھے قتل کر دو۔ قتل کر دو اپنی بدبخت بیوی کو، کسی کی نہ سنو..... مجھے ہلاک کر دو۔"

آکیم کھڑا اسے دیکھتا رہا، پھر چپتا ہوا سڑک کے کنارے اگی گھاس میں لیٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد، دونیشہ نے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ یفریم کہہ رہا تھا۔

"آکیم..... میری بات سنو، آکیم..... جو نقصان ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب اسے صبر سے برداشت کر لو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ لعنت ہو اس عورت پر۔" اس کے ساتھ

ہی یفریم چمگڑے میں بیٹھا، دونیشہ کی طرف جھکا اور کہنے لگا۔

"جاؤ اس کے پاس۔ دیکھ نہیں رہی ہو کہ وہ کتنا دکھی ہے؟"

دونیشہ اٹھی اور چلتی ہوئی آکیم کے پاس پہنچی اور اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ وہ بہت کمزور آواز میں کہنے لگی۔

"پیارے خاوند....."

آکیم اٹھا اور چمگڑے کی طرف چلنے لگا۔ دونیشہ نے اس کے کوٹ کا کنارا پکڑ لیا۔

"چلی جاؤ۔" آکیم نے دھاڑتے ہوئے اسے پیچھے دھکا دیا۔ وہ چمگڑے پر سوار ہوا تو یفریم نے پوچھا۔

"تم کیا کر رہے ہو؟"

آکیم نے جواب دیا۔

"تم نے خود ہی مجھے پیش کش کی تھی کہ مجھے گھر تک پہنچا دو گے۔ اب تم مجھے جتنی دور یہاں سے لے جا سکتے ہو، اتنی دور پہنچا دو۔ اب میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ وہ گھر بک چکا ہے۔"

یفریم نے کہا۔

"اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو اور اس کا کیا کرنا ہے؟"

اس نے دونیشہ کے بارے میں پوچھا۔

آکیم نے کوئی جواب نہ دیا۔

دونیشہ فریاد کرنے لگی۔

"میں..... ہاں..... میرا کیا بنے گا۔ تم مجھے کس طرح یہاں چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ میں یہاں جو ہوں؟"

آکیم نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تم اس کے پاس جاؤ۔ اس آدمی کے پاس جسے تم نے میری ساری رقم

allurdupdfnovels.blogspot.com

دیدی۔۔۔۔"

پھر اس نے یفریم سے کہا۔

"چلو یفریم۔"

یفریم نے گھوڑی کو چابک دکھایا اور چھکڑا چل پڑا۔

دونیشہ یوں رونے اور بین کرنے لگی، جیسے اس کا دل ٹوٹ گیا ہو۔

O

یفریم وہاں سے کچھ فاصلے پر رہتا تھا۔ اس کا ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ جو گرجے کے تھا۔ یہ ایک نو تعمیر گرجا تھا۔ جس کے پانچ گنبد تھے اور اسے ایک دولت مند سوداگر کے وارث نے مرنے والے کی وصیت کے مطابق تعمیر کرایا تھا۔

سارا راستہ وہ دونوں خاموش رہے۔ کبھی کبھار یفریم آہ کھینچتا اور کہتا۔

"اوہ۔۔۔ آہ۔۔۔"

یفریم خاموش بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ جب وہ گھر کے سامنے پہنچے، ایک چھ سات برس کی بچی بھاگتی ہوئی آئی۔ یفریم چھلانگ لگا کر چھکڑے سے اترا۔ لڑکی شور مچا رہی تھی۔

"دادا۔۔۔۔ دادا۔"

تمہاری ماں کہاں ہے؟" یفریم نے اس سے پوچھا۔

"سو رہی ہے۔"

"اچھا اسے سونے دو، آکیم آؤ۔ اندر چلے آؤ۔"

اندر جا کر اس نے آکیم سے کہا۔

"یہاں بینچ پر بیٹھ جاؤ۔"

تین بچے جو مختلف سمتوں سے کمرے میں نمودار ہوئے ان کے ساتھ دو دبلی پتلی بلیاں بھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر یفریم نے کہا۔

"شو شو، چلو۔۔۔ باہر جاؤ۔ سب باہر جاؤ۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔" پھر اس نے آکیم سے پوچھا۔

"کیا میں تمہیں کچھ پیش کروں؟"

"اس وقت میں جو چیز تم سے چاہوں گا۔ وہ شراب ہے۔ کیا تم مجھے شراب پیش کر سکتے ہو؟"

"شراب۔۔۔۔ پلک جھپکنے میں پیش کر سکتا ہوں۔ اگرچہ گھر میں نہیں ہے لیکن میں جاؤں گا اور کچھ پادری فیوڈور سے مانگ لاؤں گا۔ اس کے پاس ہمیشہ شراب ہوتی ہے۔ بس ایک منٹ بھی نہیں لگے گا۔"

وہ اپنا بوسیدہ ہیٹ سر پر رکھ کر چل دیا۔

آکیم نے آواز دی۔

"زیادہ لانا۔ پیسے میں دوں گا۔ ابھی میرے پاس اتنے پیسے تو ہیں کہ میں شراب کی قیمت دے سکوں۔

"بس ایک منٹ میں آیا۔۔۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

یفریم کی بیوی

یفریم واقعی بہت جلدی واپس آگیا۔

دو پوتلیں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ ایک کا ڈھکن پہلے سے کھلا ہوا تھا۔ اس نے انہیں میز پر رکھ پھر دو سبز گلاس لے آیا۔ اس نے ایک روٹی اور کچھ نمک بھی میز پر رکھ دیا۔

پھر وہ آگیم کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا۔

"لیں یہ ہے جو مجھے پسند ہے۔"

اس نے گلاسوں میں شراب انڈیلی۔ پھر بولا۔

"فکر کیوں کرتے ہو؟"

دو نیشہ کی بے وفائی نے اسے بھی بوکھلا دیا تھا۔ وہ اس موضوع پر بات کرنا چاہتا تھا۔

"بڑی حیران کن بات ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ اس نے ضرور اس پر جادو کر دیا ہو گا۔ تم کیا کہتے ہو، کیا خیال ہے تمہارا.... ویسے تم سمجھ گئے ہو گے کہ جب کوئی بیوی کسی دوسرے آدمی سے ملنے لگے تو شوہر کو اپنی بیوی پر بہت سختی کرنی چاہیے۔ ایسی عورتوں پر تو لوہے کے ڈنڈے برسانے چاہئیں۔ بہرحال.... میرا خیال ہے تمہیں گھر ضرور جانا چاہیے۔ وہاں تمہاری بہت سی چیزیں ہوں گی۔"

یفریم ہوتا ہی بچہ گیا۔ یہ اس کی عادت تھی کہ جب وہ پیتا تھا تو پھر خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد یفریم کے گھر میں منظر کچھ اس طرح کا تھا۔

آگیم کے میزبان کی زبان تالو سے نہیں لگی تھی۔ اس نے بہت سے سوال آگیم سے کئے، بہت سی وضاحتیں طلب کیں لیکن اس کے مہمان آگیم نے ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ وہ شراب کے ایک گلاس کے بعد دوسرا گلاس پیتا چلا گیا اور پھر وہیں دھت ہو کر سو گیا۔

اس کا چہرہ سرخ تھا اور اس کی نیند بے چین اور ڈراؤنے خوابوں سے بھری ہوئی تھی۔

اور یفریم، تو وہ بھی سو رہا تھا مگر ایک بہت ٹھنڈے اور تنگ بند سے سٹور روم میں، جہاں اس کی بیوی نے اسے بند کر دیا تھا۔ یفریم کی بیوی بڑے جثے والی عورت تھی۔ نشے میں دھت یفریم نے اپنی بیوی سے بہت کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے پلے کچھ نہ پڑا تھا اور اس نے اسے اس سٹور میں بند کر دیا تھا۔ یفریم بڑے مزے سے گہری نیند سو رہا تھا۔ حالات اور واقعات کیسے ہوں، یہ اس کی عادت تھی کہ وہ گہری نیند سوتا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

دھوکا

جس طرح کریلوا نے جاگیردارنی کو سچی بات نہیں بتائی تھی۔ اس طرح دونیشہ کے بارے میں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے بھی سچ نہیں بتایا تھا۔ دونیشہ نے آکیم سے کہا تھا کہ نایوم نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ مگر یہ حقیقت نہیں تھی۔ وہ ایسا کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے پرانے مالکوں کو اچھا خاصا وقت دیا تھا کہ وہ اس دوران میں اپنا سامان وہاں سے اٹھا لیں۔

نایوم اور دونیشہ کے مابین جو لڑائی ہوئی۔ اس کی نوعیت مختلف تھی۔ جب آکیم چیختا چلاتا ہوا جاگیردارنی سے ملنے کے لئے گیا تو دونیشہ نے چھٹی چھٹی آنکھوں سے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے نایوم کی طرف دیکھا تھا۔

"اوہ میرے خدا، نایوم تو تم نے ہماری سرائے خرید لی۔"

"ہاں، اس میں کیا برائی ہے؟"

اچانک دونیشہ پر ساری سچائی کھل گئی۔

"تو تمہیں اس کام کے لئے روپیہ چاہیے تھا؟"

"بالکل ٹھیک۔ میرا خیال ہے تمہارا قیمتی اور شاندار خاوند میری گاڑی میں سوار ہو کر گیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

دونیشہ نے اسے کہا۔

"یہ ڈاکہ زنی ہے۔ لٹیرا پن ہے۔ یہ ہمارا پیسہ ہے۔ میرے خاوند کا پیسہ---- یہ

ہماری سرائے ہے۔"

نایوم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"بالکل غلط، جھوٹ، یہ تمہاری سرائے نہیں تھی۔ ایسا کیوں کہتی ہو۔ سرائے جاگیردارنی کی زمین پر بنائی گئی تھی۔ اس لئے جاگیردارنی کی ملکیت تھی۔ باقی رہے پیسے تو وہ تمہارے تھے اور یہ تمہاری بڑی مہربانی ہے کہ تم نے پیسے مجھے دے دیئے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں اور قسمت نے ساتھ دیا تو میں یہ پیسے تمہیں واپس کر دوں گا۔ لیکن اگر قسمت نے مجھے فقیر بنا دیا تو پھر دوسری بات ہے۔"

نایوم یہ ساری باتیں بہت سنجیدگی سے کرتا رہا۔ دونیشہ چلائی۔

"میرے خدا، تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس کے بعد میں اپنے خاوند کا سامنا کیسے کر سکوں گی۔"

اس نے بڑی نفرت سے نایوم کے خوبصورت جوان اور تر و تازہ چہرے کی طرف دیکھا۔

"میں نے اپنی روح کو تمہارے لئے داغدار کر لیا۔ میں تمہارے لئے چور بن گئی اور تم نے مجھے برباد کر دیا۔ بدمعاش---- تم---- آہ۔ اب میرے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ گیا کہ میں اپنے گلے میں پھندہ ڈال کر مر جاؤں۔ جھوٹے، بدمعاش، بتاؤ تم نے میری زندگی کیوں برباد کی۔"

دونیشہ زار و قطار رونے لگی۔

نایوم نے کہا۔

"اپنے آپ کو کیوں تکلیف دیتی ہو۔ ویسے یہ سچ ہے کہ آدمی کو پہلے اپنی ہی پریشانیاں دکھائی دیتی ہیں۔"

دونیشہ نے غصے سے پوچھا۔

"لیکن اب ہم کہاں رہیں گے۔ ہم کہاں جا سکتے ہیں۔؟"

allurdupdfnovels.blogspot.com

"یہ ایسی بات ہے۔ جس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"بدمعاش میں تمہارا گلا کاٹ دوں گی۔۔۔۔ تمہیں قتل کر دوں گی۔"

نیلوفر نے اسے سمجھایا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتی ہو۔ اس لئے ایسی بات کیوں کرتی ہو۔ ویسے بھی میرا خیال ہے کہ چونکہ تم بہت پریشان ہو۔ اس لئے میں تھوڑی دیر کے لئے یہاں سے چلا جاؤں۔ معافی چاہتا ہوں۔ اب تو میں جاتا ہوں۔ اب کل آؤں گا۔ البتہ آج میرے آدمی یہاں آئیں گے۔"

اور پھر اس نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"لو میرے آدمی تو آ گئے۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ میں کسی قسم کا نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔ اب تم زحمت کرو۔۔۔ اور اپنا سامان سمیٹنا شروع کر دو۔ میرے آدمی تمہارا ہاتھ بٹائیں گے۔ ہاں یہ تمہارا کام آسان کر دیں گے اور یہاں کی چیزوں پر بھی نگاہ رکھیں گے۔ اچھا۔۔۔ معافی چاہتا ہوں، اب میں جاؤں گا۔"

اس نے دونیشہ کے سامنے ادب سے سر جھکایا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ کئی منٹوں تک آنے والے آدمیوں کے ساتھ اس کی گفتگو کی آوازیں آتی رہیں۔

دونیشہ اکیلی رہ گئی۔ جیسے اس کی ٹانگوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا ہو۔ وہ دھم سے بنچ پر بیٹھ گئی۔ پھر اٹھی اور میز پر بیٹھ گئی۔ وہ اپنے ہاتھوں کو توڑ مروڑ رہی تھی۔ پھر وہ اچھل کر اٹھی اور اپنے خاوند کی تلاش میں بھاگی۔

اور پھر کیا ہوا وہ تو آپ جان ہی چکے ہیں۔

جب آکیم پنجرے میں سوار ہو کر یفریم کے ساتھ اسے اکیلی چھوڑ کر چلا گیا تو وہ بہت دیر تک وہیں کھڑی روتی رہی۔ جب وہ جی بھر کے رو چکی تو جاگیر کی طرف چل دی۔

آنسو ہی آنسو

اس کا دل بہت دکھی اور کڑوا ہو رہا تھا۔ جب وہ حویلی میں ملازموں کے حصے میں داخل ہوئی۔ وہاں جتنی خادمائیں تھیں۔ وہ سب بھاگ کر اس کے پاس آئیں اور اسے تسلی دینے لگیں۔ دونیشہ کے لئے اپنے آنسو روکنا مشکل ہو گیا۔ وہ روتی رہی اور اس کے سرخ و سفید رخساروں پر آنسو بہتے چلے گئے۔ اس کی ساری طاقت نچڑ گئی تھی۔ وہ ایک قریبی کرسی پر بیٹھ گئی۔ خادمائیں کریلوا کو اطلاع دینے بھاگیں۔

کریلوا اس کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئی۔ دونیشہ مالکن سے ملنے کی خواہاں تھی۔ مگر کریلوا نے جس طرح آکیم کو مالکن سے ملنے نہیں دیا تھا۔ اسی طرح دونیشہ کو بھی مالکن سے نہ ملوایا۔

دونیشہ نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا۔ یہاں آنے کا بڑا سبب تو یہ تھا کہ اب دنیا میں وہ کسی اور جگہ نہیں جا سکتی تھی۔

کریلوا نے لڑکیوں سے کہا کہ وہ دونیشہ کے لئے چائے بنائیں تو دونیشہ نے چائے پینے سے انکار کر دیا۔ جب لڑکیوں نے اسے سمجھایا تو وہ چائے پینے پر آمادہ ہو گئی۔ ایک پیالی چائے پینے کے بعد اس نے چار پیالیاں مزید پی لیں۔ کریلوا نے دیکھا کہ اب دونیشہ پہلے سے کہیں زیادہ پرسکون ہو رہی ہے۔ آنسو بھی تھم گئے اور سسکیاں بھی کم ہو گئی ہیں۔ تو کریلوا نے اس سے پوچھا۔

"اب تم لوگ کہاں رہو گے، تمہارے ارادے کیا ہیں اور تمہاری چیزیں جو

allurdupdfnovels.blogspot.com

سرائے میں پڑی ہیں۔ ان کا کیا کرو گی۔"

یہ بات سننے کی دیر تھی کہ دونیشہ پھر زار و قطار رونے لگی اور آنسوؤں میں بھیگی ہوئی آواز میں کہا۔

اب تو صرف میں یہی چاہتی ہوں کہ مر جاؤں۔"

کریلوا جس کے کندھوں کے اوپر بڑا عاقل اور سمجھدار سر تھا۔ اس نے دونیشہ کو سمجھانا شروع کیا کہ وہ اب آنسو نہ بہائے۔ اس کے سامنے پوری زندگی پڑی ہے، اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچے۔ اس نے دونیشہ کو مشورہ دیا کہ ان کا جو سامان سرائے میں ہے وہ اسے آج ہی گاؤں میں آکیم کے پرانے جھونپڑے میں منتقل کر دے۔

آکیم کے اس پرانے جھونپڑے میں اس کا وہی بوڑھا ماموں، اکیلا رہتا تھا، جو آکیم کی اس شادی سے خوش نہیں تھا۔

کریلوا نے کہا کہ وہ جاگیردارنی سے اجازت حاصل کر لیتی ہے اور ایک چھکڑا، گھوڑے اور آدمی سامان منتقل کرنے کے لئے ساتھ لے جائے۔ پھر کریلوا نے کہا۔

"اور میری پیاری، جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہارے لئے ہمارے پاس ہمیشہ ایک جگہ موجود ہے۔ اور ہم تمہیں اپنے ساتھ ٹھہرا کر بے حد خوشی محسوس کریں گے۔ تم اس وقت تک ہمارے پاس رہ سکتی ہو، جب تک تم پتھر سے اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر اپنا گھر نہیں بنا لیتی ہو۔ ہمت نہ ہارو۔ اصل بات یہ ہے کہ آدمی حوصلہ نہ ہارے۔ دل چھوٹا نہ کرے۔ باقی سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے، وہ دیتا ہے، واپس لے لیتا ہے اور پھر دیتا ہے۔ بلاشک اگر جاگیردارنی نے وہ سرائے فروخت کی ہے تو اس کے پاس اس کی معقول وجہ ہے۔ لیکن وہ تمہیں کبھی بھولے گی نہیں۔ وہ تمہیں انعام دے گی۔ یہ وہ بات ہے جو اس نے مجھے خود کہی تھی کہ میں آکیم سے کہہ دوں۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ آکیم کہاں ہے؟"

یہ باتیں کرتے ہوتے کریلوا کبھی ہونٹوں کو پھلاتی اور کبھی کڑوے انداز سے مسکراتی رہی تھی۔

دونیشہ نے اسے بتایا کہ آکیم نے سڑک پر اس کے ساتھ بہت ظالمانہ سلوک کیا اسے اکیلا چھوڑ کر یفریم کے ساتھ چلا گیا ہے۔ کریلوا نے طنز سے کہا۔

"اچھا یفریم کے ساتھ۔۔۔۔ تو ٹھیک ہے۔ میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ وہاں اس وقت کیا ہو رہا ہو گا۔ بہرحال آج ہمیں اسکی تلاش میں نہیں جانا چاہیے۔ باقی کیا ہونا چاہیے، میں اس پر غور کروں گی۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔"

اس کے بعد کریلوا نے ایک ملازم کو حکم دیا کہ وہ جا کر ایلچ کو بلا لائے۔

ایلچ اپنی ہی طرز کا ایک آدمی تھا۔ وہ جاگیردارنی کا سٹیوارڈ تھا۔ وہ بڑے غور سے کریلوا کی باتیں سنتا اور سر ہلاتا رہا۔ اور جب کریلوا بات ختم کر چکی، تو بولا۔

"ایسا ہی ہو گا۔"

یہ کہہ کر وہ باہر نکلا، کچھ لوگوں کو بلایا۔ انہیں احکام صادر کئے اور پھر تین چھکڑے تین کوچوانوں کے ساتھ آ گئے۔ ایک اور آدمی جو اپنے آپ کو بہت سمجھدار کہتا تھا، وہ بھی ساتھ ہو لیا۔ یوں دونیشہ اپنی سرائے پہنچی۔

وہاں اس کے پرانے ملازم اور باورچن بہت پریشان اور خوفزدہ نظر آئے۔

نایوم کے تین ملازم جو جوان اور صحت مند تھے۔ سرائے کی نگرانی کر رہے تھے۔ نایوم کے حکم کے مطابق وہ ایک پل کے لئے بھی وہاں سے کہیں نہیں گئے تھے۔

دونیشہ کے لئے یہ زندگی کے سب سے تلخ اور تکلیف دہ لمحے تھے۔ وہ اپنا سامان سمیٹنے اور باندھنے لگی۔ سامان سمیٹنے اور باندھنے میں کسی نے اس کا ہاتھ نہ بٹایا۔ حتیٰ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو بہت عاقل اور سمجھ دار کہتا تھا۔ اس کا رویہ تو بہت ہی دلچسپ تھا۔ ہاتھ میں چھڑی پکڑے وہ سب کو دیکھتا تھا اور بار بار ادھر ادھر ٹہوکتا جاتا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

دونیشہ کے لئے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ سارا سامان ایک ہی دن میں باندھ کر وہاں سے جا سکے۔ اس لئے وہ رات اسے سراتے میں ہی رہنا پڑا۔ اس نے اپنی باورچن کی منت کی کہ وہ اس کے پاس رہے۔

وہ ساری رات جاگتی اور بے چین رہی۔ آخری پہر وہ اونگھنے لگی۔ سوتے میں بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر رخساروں پر گرتے رہے۔

شرابی

اس دوران میں یفریم سٹور روم میں نیند سے بیدار ہوا۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ وہ اسے زور زور سے کھٹکھٹانے لگا۔ اس کی بیوی نے دروازہ کھولنے کے بجائے اسے بتایا کہ ابھی وہ پوری طرح نہیں سویا۔ اس لئے وہ ابھی اپنی نیند پوری کرلے۔

یفریم نے اسے کہا کہ دروازہ کھول دے۔ وہ اسے ایسی غیر معمولی بات سنائے گا کہ وہ حیران رہ جائے گی۔ اس کی بیوی نے اشتیاق اور تجسس کے ہاتھوں دروازہ کھول دیا۔

اس کے بعد یفریم نے اپنی بیوی کو آکیم اور دونیشہ کے بارے میں وہ سب کچھ بتادیا۔ جو وہ جانتا تھا اور آخر میں اپنی بیوی سے پوچھا۔

"کیا آکیم جاگ گیا ہے۔؟"

"مجھے کیا پتہ۔" اس کی بیوی نے جواب دیا۔ "جاؤ اور جا کر خود ہی دیکھ لو۔ تم دونوں رات کو دھت ہو گئے تھے۔ اپنی شکل دیکھو اور بال بھی۔ ان میں تنکے پھنسے ہوئے ہیں۔"

"تنکوں کی فکر نہ کرو۔" یفریم نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

آکیم جاگ چکا تھا اور اس کا چہرہ بھی سوجا ہوا تھا۔ زیادہ پینے کے اثرات چہرے پر صاف دکھائی دے رہے تھے۔

"کیسے ہو؟ کچھ نیند آئی۔" یفریم نے پوچھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

آکیم نے اسے بیزار سی نگاہ سے دیکھا اور پوچھا۔
"کیا خیال ہے بھائی یفریم، کیا اور شراب مل سکتی ہے؟"
آکیم کی آواز پھسی پھسی اور بوجھل تھی۔
یفریم بے حد حیران ہوا۔ وہ آکیم سے اس کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ رات وہ گلاس پر گلاس لنڈھاتا چلا گیا تھا۔ اب صبح پھر وہ شراب مانگ رہا تھا۔ اس نے پھر تصدیق چاہی۔
"اور شراب۔"
"ہاں اور شراب مل سکتی ہے؟"
یفریم [illegible]
"بیوی دیکھ لے گی۔ وہ اب مجھے باہر نہیں جانے دے گی۔ تھوڑا انتظار کرو۔"
تھوڑی دیر کے بعد وہ بڑی احتیاط سے گھر سے باہر نکلا۔ جب واپس آیا تو ایک بڑی بوتل شراب اندر لانے میں کامیاب ہو گیا۔
[illegible] بوتل آکیم کو دی۔ خود اس کے ساتھ پینے کے لئے نہیں بیٹھا۔
[illegible] خوف تھا کہ اس کی بیوی دیکھ لے گی اور فساد کھڑا ہو گا اس نے بیوی سے بہانہ کیا کہ وہ مہمانے جا رہا ہے جہاں آکیم کا سامان سمیٹا اور باندھا جا رہا ہے اور وہ جا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کی کوئی چیز وہاں نہ رہ جائے۔ بیوی نے اسے جانے کی اجازت دی تو وہ اپنی بھوری گھوڑی کو چھکڑے میں باندھ کر روانہ ہو گیا۔
یفریم کو اپنی ضرورت کا احساس تھا اور وہ اپنے آپ سے پورا انصاف کرتا تھا۔ اس کے کوٹ کی جیب میں شراب کی بوتل موجود تھی۔
[illegible] کے بعد جب یفریم واپس آیا
[illegible] ہر چیز
[illegible] آکیم کے بارے میں پوچھ رہا

ہے۔ لیکن میں نے کسی کو نہیں بتایا کہ وہ کہاں ہے۔
یفریم ڈٹ کر پی کر آیا تھا اور اس کی بیوی نے اسے پھر سٹور روم میں بند کر دیا۔ وہ بہت غصے میں تھی۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ ساتھ اس کے مہمان کو بھی کھری کھری سنانے لگی۔ جس کی وجہ سے اس کا شوہر گزشتہ روز سے مسلسل پی رہا تھا۔
پھر وہ بکتی جھکتی خود بھی سو گئی۔
جب اس کی آنکھ کھلی تو اسے معلوم ہوا کہ آکیم جا چکا ہے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

آکیم کی ناکامی

آکیم صبح ہونے سے کافی پہلے اس گھر سے نکل گیا تھا۔ رات ابھی تاریک تھی۔ صبح کاذب کے آثار بھی پوری طرح نمودار نہیں ہوتے تھے۔ اس کا چہرہ شراب سے سوجا ہوا تھا۔ لیکن اس کی چال سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اس نے پی رکھی ہے۔

وہ سیدھا اپنے پرانے گھر سرائے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ مغلوب دکھائی دیتا تھا۔

جس وقت آکیم چوری چھپے یفریم کے گھر سے نکلا تو اس وقت نایوم بھی جاگ رہا تھا۔ وہ پورا لباس پہنے بنچ پر بیٹھا ہوا تھا، جس پر اس نے اپنا بھیڑ کی کھال کا کوٹ بچھا رکھا تھا۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ اس کا ضمیر تھا جو اسے لعنت ملامت کر رہا تھا اور وہ اس وجہ سے نہ سویا تھا تو یہ بالکل غلط ہے۔ وہ یہاں تب سے موجود تھا، جب آکیم کا سامان سمیٹا اور باندھا جا رہا تھا۔ وہ اس عمل کو مسلسل دیکھ رہا تھا۔ وہ دونیشہ کی طرف دیکھ کر مسکرا بھی دیتا تھا کہ وہی دونیشہ، جو اسے قتل کرنے کا بار بار اعلان کر چکی تھی، اب خاموش تھی اور زبان سے بھی اسے لعن طعن نہیں کر رہی تھی۔

نہیں اس کا ضمیر اسے پریشان نہیں کر رہا تھا۔

وہ تو مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا اور حساب کتاب لگا رہا تھا۔

اس کی نئی زندگی شروع ہونے والی تھی۔

اس سے پہلے وہ کبھی کسی سرائے کا مالک نہیں رہا تھا۔ اس لئے اس سے پہلے

اس کا کوئی اپنا گھر بھی نہیں تھا۔ وہ لیٹا ہوا سوچ رہا تھا۔

"میں نے کاروبار کا آغاز تو اچھا کیا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سرائے بھی ٹھیک چلتی ہے یا نہیں۔"

اس روز سہ پہر کو جب آکیم کا سامان لے کر آخری چھکڑا بھی روانہ ہوا۔ جس کے ساتھ ساتھ دونیشہ پیدل آنسو بہاتی جا رہی تھی۔ نایوم نے اس پوری جگہ کا معائنہ کیا، ایک ایک چیز اچھی طرح ٹھونک بجا کر دیکھی۔ ایک ایک کر کے سارے کمرے جھاڑے، اسٹور کا جائزہ لیا۔ وہ چھت پر چڑھ گیا۔ غرضیکہ اس نے، کوئی ایسی چیز نہ تھی، جسے بغور نہ دیکھا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملازموں کو بھی احکام صادر کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ تھکا ماندہ بستر پر لیٹ گیا۔

مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

اس رات کوئی مسافر سرائے میں مقیم نہیں تھا۔ نایوم نے سوچا۔

"کل صبح مجھے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ ایک دربان کتا، کسی والے سے خریدنا ہے۔"

وہ کروٹیں بدل رہا تھا کہ اسے یوں لگا جیسے کوئی باہر گھڑکی کے پاس سے گزرا ہے۔ وہ سراپا کان بن گیا۔ لیکن اسے کوئی ہلکی انسانی آواز بھی سنائی نہ دی۔ البتہ جھینگر بول رہے تھے اور کوئی چوہا بھی کسی چیز سے جسم رگڑ رہا تھا۔

خالی کمرے میں سب کچھ خاموش تھا۔ کمرے میں شیشے کے لیمپ کی ہلکی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنا سر پھر نیچے کر لیا۔۔۔ اور اسی لمحے اسے یوں لگا۔ جیسے دروازہ کھلنے کی ہلکی آواز آئی ہے۔ باڑ کو بھی جیسے کسی نے چھیڑا ہو۔ اس کے اعصاب شدید تناؤ محسوس کرنے لگے۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ دوسرے کمرے میں کھلنے والا دروازہ کھولا اور دھیمی آواز میں پکارا۔

"فیودور، میں نے کہا فیودور۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ راہداری میں جاتے ہوئے گرتے گرتے بچا کیونکہ وہ فیوڈور سے جا ٹکرایا تھا جو فرش پر لمبا لیٹا سو رہا تھا۔

نایوم نے اسے جھنجھوڑا۔

"کیا ہوا؟ کیوں جگا رہے ہو، کیا چاہتے ہو؟"

"شور نہ کرو۔ آہستہ بولو۔" نایوم نے کہا "تم کیسے بے خبر سو رہے ہو، کیا تم نے کوئی آواز سنی۔"

"نہیں کیوں؟"

"دوسرے لوگ بھی سو رہے ہیں؟" نایوم نے پوچھا۔

"ہاں وہ بھی وہیں سو رہے ہیں، جہاں انہیں سونے کے لئے کہا گیا تھا۔" فیوڈور نے جواب دیا۔

"خاموش.... میرے ساتھ چلو۔"

نایوم نے بڑی خاموشی اور احتیاط سے سامنے کا دروازہ کھولا۔ باہر گہری تاریکی تھی۔

"کیا میں ایک لیمپ جلا لوں۔" فیوڈور نے سرگوشی میں پوچھا۔

نایوم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ اس نے اپنا سانس تک روک رکھا تھا۔ پہلے پہل اسے ان آوازوں کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دی۔ جو اکثر آباد گھروں میں سنی جاتی ہیں۔ مثلاً گھوڑے کے کھانے کی آواز، سور جو خراٹے بھر رہا تھا۔ لیکن اچانک اس کے کانوں میں اسے ایک مشکوک شور سنائی دیا، جو صحن کے اس طرف، باڑ کی طرف سے سنائی دے رہا تھا۔

یہ ایسی آواز تھی، جیسے ادھر کوئی حرکت کر رہا ہے۔ تیز تیز سانس لے رہا ہے۔ نایوم نے اپنے ملازم فیوڈور کی طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ پورچ کی سیڑھیاں اترنے لگا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ایک دو بار رکا۔ کان لگا کر سنتا رہا۔ پھر اچانک وہ

حیرت سے ایک طرف دیکھنے لگا۔

اس سے دس قدموں کے فاصلے پر گہری تاریکی میں ہلکی سی آگ جل رہی تھی۔ اس نے دیکھا، وہ ایک سرخ دہکتا ہوا انگارہ تھا اور پھر اس نے کسی کے چہرے کا آگے کا تھوڑا سا حصہ دیکھا۔ ہونٹ آگے کو بڑھے ہوئے تھے۔

نایوم نے آگے بڑھ کر اس انگارے کو پاؤں سے یوں خاموشی، لیکن قوت سے کچل دیا تھا۔ جیسے کوئی بلی خاموشی سے چوہے کو کچلتی ہے اور پھر اسی لمحے اس نے کسی کو زمین سے اوپر اٹھتے دیکھا اور وہ اس پر لپکا اور ایسا گھونسہ مارا کہ وہ زمین پر گرتے گرتے بچا۔

نایوم نے پوری طاقت سے اس شخص کو پکڑا اور اونچی آواز میں اپنے ملازموں کو پکارنے لگا۔

"فیوڈور، آندری.... جلدی یہاں آؤ.... میں نے چور کو پکڑ لیا ہے۔ وہ سرائے کو آگ لگانا چاہتا تھا۔"

آدمی نے زور لگا کر نایوم کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ ایک بار تو وہ اس کے ہاتھوں سے پھسل بھی گیا۔ لیکن نایوم نے اپنی گرفت مضبوط کر دی۔ نایوم نے اونچی آواز میں حکم دیا۔

لالٹین روشن کرو.... جلدی.... بھاگ کر لالٹین لاؤ۔ دوسروں کو بھی بلاؤ۔ جلدی جلدی.... اور کوئی رسی بھی لاؤ تاکہ اسے باندھا جا سکے۔"

فیوڈور گھر کی طرف بھاگا۔ وہ آدمی جسے نایوم نے جکڑ رکھا تھا۔ اس نے اب اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش ترک کر دی۔ وہ بول رہا تھا۔

"تو یہ تمہارے لئے کافی نہ تھا کہ میری بیوی کو مجھ سے چھین لیا۔ میری دولت لوٹ لی۔ میرا گھر چھین لیا۔ یہ میں ہوں۔ سنا جسے اب تم ختم کرنا چاہتے ہو۔"

نایوم نے آکیم کی آواز پہچان لی۔ اور طنز سے کہا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

"اچھا تو پیارے، یہ تم ہو۔ بس ذرا انتظار کرو، دیکھو پھر کیا ہوتا ہے۔"

آکیم نے کہا۔

"مجھے جانے دو۔ میرے ساتھ تم جو کچھ کر چکے ہو، کیا وہ کافی نہیں ہے۔"

"یہ تو میں تمہیں کل عدالت میں پیش کر کے بتاؤں گا۔ کہ کیا کافی ہے اور کیا ناکافی۔"

نایوم نے آکیم پر اپنی گرفت اور بھی مضبوط کر دی، نایوم کے ملازم دو لالٹین اور رسے لیتے آ گئے۔

"اسے باندھ دو۔" نایوم نے حکم دیا۔

انہوں نے آکیم کو پکڑا اور مل کر اس کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے ملازموں میں سے ایک نے اسے گالیاں بھی دیں۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ وہ سراتے کا پرانا مالک آکیم ہے تو شرمندہ سا ہو کر خاموش ہو گیا۔

لالٹین کو ہاتھ میں پکڑ کر نایوم نے سب کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا۔

"ادھر دیکھو، یہ دیکھو۔۔۔۔ برتن میں دہکتا ہوا کوئلہ رکھا ہے۔ وہ اس برتن میں دہکتا کوئلہ لے کر آیا۔ اب ہمیں یہ پتہ چلانا ہے کہ اس نے یہ برتن کہاں سے لیا ہے۔ اور ادھر دیکھو۔۔۔۔ یہ جھاڑیوں کا ڈھیر جو اس نے جمع کیا تھا۔"

وہ رکا پھر فیوڈور کو حکم دیا۔

"اس کی اچھی طرح تلاشی لو۔ دیکھیں تو اس سے کیا نکلتا ہے۔"

آکیم سر جھکائے کھڑا رہا۔ فیوڈور نے اس کی اچھی طرح تلاشی لی اور بولا۔

"یہ رہی چھری۔۔۔۔۔ باورچی خانے کی چھری۔"

یہ پرانی چھری آکیم نے اپنی قمیض میں چھپا رکھی تھی۔ نایوم نے کہا۔

"خوب خوب! تو تم پوری تیاری کر کے آئے تھے۔"

پھر اس نے اپنے ملازموں کو مخاطب کر کے کہا۔

"تم چشم دید گواہ ہو۔ یہ میرا گلا کاٹنا چاہتا تھا اور میری جائیداد کو آگ لگانے آیا تھا۔ اسے کوٹھڑی میں بند کر دو۔ اسے یہاں سے نکلنا نہیں چاہیے۔

میں خود ساری رات اس کا پہرہ دوں گا اور جب صبح ہو گی تو ہم اسے پولیس افسر کے پاس لے جائیں گے۔ سنا تم نے، تم سب گواہ ہو۔"

آکیم کو دھکیلتے ہوئے کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

کوٹھڑی کو باہر سے تالا لگا کر نایوم نے اپنے دو آدمیوں کو وہاں بٹھا دیا اور پھر خود بھی سونے کے لئے نہیں گیا۔۔۔۔!!

allurdupdfnovels.blogspot.com

رہائی

یفریم کی بیوی اس روز جلدی اٹھ گئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ آکیم جا چکا ہے تو پھر وہ دوبارہ سونے کے لئے نہیں گئی۔ اس نے سوچا کہ میں کیوں نہ روٹی پکا لوں۔ آج ویسے بھی چھٹی کا دن تھا۔

جب وہ چولہے کے پاس بیٹھ کر ایک چمٹی سے آگ کو کریدا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ راکھ کے نیچے دبائے گئے کوئلوں کو کسی نے پہلے سے چھیڑ رکھا ہے۔ اس کی باورچی خانے کی چھری بھی غائب تھی اور اس کے چار چوڑے برتنوں میں سے ایک برتن بھی موجود نہیں تھا۔

یفریم کی بیوی ایک ایسی عورت تھی، جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک سیانی خاتون ہے اور یہ بات سچ بھی تھی، وہ گھبرانے اور بوکھلانے والی عورت نہیں تھی۔ بلکہ بہت جلد نتیجہ نکال لیتی تھی۔ اس نے کچھ دیر غور و فکر کیا اور اس کے بعد جا کر سٹور میں سے اپنے خاوند کو جگا کر لے آئی۔ یفریم کو سوتے سے جگانا آسان کام نہ تھا۔ کسی نہ کسی طرح اسے جگا کر اس کی بیوی نے اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ کہنے لگا۔

"وہ چلا گیا، یہ تو اچھا ہوا کہ اس سے نجات مل گئی۔ اور اس کے جانے کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟ اچھا وہ چھری اور برتن لے گیا ہے تو کیا ہوا، ہمیں تو اس سے نجات مل گئی اور مجھے اس سے کیا؟"

آخر کار جب وہ ہوش میں آیا تو وہ غور سے بیوی کی بات سننے لگا۔ جو کہہ رہی تھی

کہ معاملہ بہت خراب ہے۔ اور اسے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔

"یہ بہت برا ہوا، وہ جاگیر میں خوفناک حرکتیں نہ کرنے لگے۔ میں نے پچھلی رات دیکھا تھا کہ وہ جاگ رہا تھا۔ وہ لیٹا ہوا تھا اور سویا نہیں تھا۔ تمہیں چاہیے کہ جا کر اس کا پتہ کرو، کچھ نہ کچھ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ بڑی خرابی ہو جائے۔"

یفریم کو ایسا موقع خدا دے، کہنے لگا۔

"دیکھو بیوی، تم ٹھیک ہی کہتی ہو۔ میں سرائے جاتا ہوں اور خود جا کر ہر چیز دیکھتا ہوں۔ لیکن تم بھی اچھی بنو۔ مجھے شراب کا ایک گلاس دے دو، تاکہ میں پوری طرح ہوش میں آجاؤں۔"

وہ سوچنے لگی کہ اسے شراب دے یا نہ دے۔

"اچھا میں تمہیں کچھ شراب دیتی ہوں۔ لیکن تم بھی اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔ کوئی بد تمیزی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

"تم فکر نہ کرو بیوی۔"

شراب کا گلاس پی کر یفریم چمکڑے پر سوار ہو کر سرائے کی طرف چل نکلا۔

جب وہ سرائے پہنچا تو دن ابھی چڑھا ہی تھا۔ اس نے دیکھا کہ سرائے کے باہر پہلے سے ایک گاڑی تیار کھڑی کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ نایوم کا ایک ملازم گاڑی پر سوار باگیں ہاتھ میں لئے چوکس بیٹھا تھا۔

"کہیں جا رہے ہو؟" یفریم نے پوچھا۔

"ہاں قصبے میں جا رہے ہیں۔"

"کس لئے، کیا ہوا؟" یفریم نے پوچھا۔

آدمی نے کندھے ہلائے اور کوئی جواب نہ دیا۔ یفریم اپنے چمکڑے سے اترا اور گھر کی طرف چل پڑا اور پھر اس نے نایوم کو دیکھا، جس نے پورا لباس پہن رکھا تھا اور سر پر ہیٹ بھی تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

یفریم کے لئے نایوم اجنبی نہیں تھا۔

"سرائے کے نئے مالک کو مبارک ہو۔ یہ صبح صبح کہاں جا رہے ہو؟"

نایوم نے جواب دیا۔

"مبارک کے لئے یہ اچھا وقت ہے۔ آج میرا پہلا دن تھا اور میں یہاں جل کر راکھ بھی ہو سکتا تھا۔"

"وہ کیسے؟" یفریم کا دل ڈوبنے لگا۔

"ایک بھلا آدمی اس سرائے کو آگ لگانا چاہتا تھا۔ خوش قسمتی سے میں نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اب میں اسے شہر لے کر جا رہا ہوں۔"

یفریم نے آہستہ سے پوچھا۔

"کہیں وہ آدمی آکیم تو نہیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔" نایوم نے پوچھا۔ "وہ پچھلی رات ایک برتن میں آگ لے کر آیا۔ چوری سے صحن میں داخل ہوا اور آگ لگانے لگا۔ میرے سب لوگوں نے خود دیکھا ہے۔ کیا تم اسے ایک نظر دیکھنا چاہتے ہو۔ ہم اب روانہ ہی ہونے والے ہیں۔"

یفریم نے کہنا شروع کیا۔

"نایوم اس بوڑھے آدمی کو چھوڑ دو۔ اسے اس طرح ختم کر کے اپنی روح پر اس گناہ کا داغ نہ لگنے دو۔ ذرا سوچو تو وہ آدمی کتنا مایوس تھا۔ وہ تو ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟"

نایوم نے سختی سے کہا۔

"بند کرو یہ بک بک.... میں اسے چھوڑ دوں تاکہ اسے جب موقع ملے وہ پھر میری جائیداد کو آگ لگا سکے۔"

یفریم نے اسے سمجھایا۔

"وہ ایسا نہیں کرے گا۔ میری بات پر یقین کرو۔ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ تم اپنے لئے کیوں پریشانی مول لیتے ہو۔ ذرا سوچو تو اگر تم اسے پولیس کے پاس لے گئے تو تفتیش ہو گی۔ مقدمہ چلے گا اور تم جانتے ہو کہ کیا کیا ہو گا۔"

نایوم نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"اگر مقدمہ چلے گا تو کیا ہو گا۔ میں کیوں ڈروں؟"

یفریم نے کہا۔

"مقدمہ تو پھر مقدمہ ہی ہوتا ہے اور مقدمے سے ڈرنا چاہیے۔ بس بس بہت ہو گئی...." نایوم نے کہا۔

"میں نے دیکھ لیا ہے کہ تم نے پی رکھی ہے۔"

پھر اسے اچانک یاد آیا اور اس کی زبان سے نکل گیا۔

"اور ہاں مجھے یاد آیا، آج تعطیل بھی تو ہے۔"

قطعی طور پر غیر متوقع، یفریم رونے گا۔

"میں نے پی رکھی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اس تہوار کے نام پر اسے معاف کر دو۔"

"بس بس۔" نایوم نے کہا "رحم کرو نہ بہاؤ، آؤ میرے ساتھ"

یفریم اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور اس نے ایک عجیب بات کہی۔

"خدا کے لئے اسے دو نیشہ کے نام پر چھوڑ دو۔"

نایوم نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا.....

یفریم نے نایوم کے کندھے کے اوپر سے کوٹھڑی کے اندر جھانکا۔ وہاں تاریکی تھی۔ اسے آکیم اس چھوٹی سی کوٹھڑی کے ایک کونے میں بیٹھا دکھائی دیا۔

وہ شخص جو اس سرائے کا مالک رہا تھا۔ جو دولت مند تھا۔ جس کی ہر کوئی عزت کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ پیچھے سے بندھے ہوئے تھے اور وہ سوکھی گھاس پر بیٹھا ہوا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

جیسے کوئی مجرم ہو۔

شور سن کر اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ ان دو دنوں میں ہی وہ بہت کمزور اور دبلا دکھائی دینے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور اس کے ہونٹ کالے پڑ گئے تھے۔

"اٹھو اور باہر آؤ۔" نایوم نے اسے حکم دیا۔

آکیم اٹھا اور چلتے ہوئے دہلیز تک پہنچا۔

یفریم رونے اور بین کرنے لگا۔

"آکیم، آہ مظلوم روح۔۔۔۔ تم نے اپنے سر پر مصیبت خود لی ہے۔"

آکیم نے اسے گھورا، لیکن بولا نہیں۔

یفریم بول رہا تھا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم نے شراب اس مقصد کے لئے مانگی تھی تو میں تمہیں کبھی شراب نہ دیتا۔ میں خود اکیلا ہی ساری شراب پی جاتا۔"

یفریم نے نایوم کی طرف دیکھا اور منت سماجت کرنے لگا۔

"اسے معاف کر دو، اسے جانے دو۔"

نایوم نے بڑے طنز سے کہا۔

ذرا اسے دیکھو تو۔۔۔۔ باہر نکلو۔۔۔ وہاں کیوں کھڑے ہو۔ کس کا انتظار ہے۔ چلو باہر آؤ۔"

"نایوم۔۔۔۔۔۔" آکیم نے کچھ کہنا چاہا۔

"بولو۔۔۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟" نایوم نے للکارا۔

آکیم کہنے لگا۔

"سنو نایوم میں قصوروار ہوں۔ میں نے قانون کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوشش کی۔ باقی ہمارا فیصلہ خدا کرے گا۔ میرے پاس جو کچھ تھا، تم نے ہتھیا لیا۔ تم سب کچھ

جانتے ہو کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا اور اب تم نے مجھ پر غلبہ پا لیا ہے۔ میں تمہارے اختیار میں ہوں، لیکن سنو، اگر تم نے مجھے جانے دیا تو میں کہوں گا کہ جو ہوا ٹھیک ہوا، میں ہر چیز پر شاکر اور رضامند ہو جاؤں گا۔ تمہاری خوش قسمتی کے لئے دعا کروں گا۔ خدا میرا گواہ ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ ہاں اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو تمہیں اس پر پچھتانا نہیں پڑے گا۔ تم جیت گئے۔"

آکیم نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور خاموش ہو گیا۔ نایوم نے کہا۔

"کیا امید ہے، کیا آس ہے، جیسے میں تم پر اعتبار کر لوں گا۔"

یفریم کہنے لگا۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم اس پر اعتبار کر سکتے ہو۔ میں اس کے لئے اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ آکیم کے لئے۔" یفریم واقعی بہت جذباتی ہو رہا تھا۔

"بے کار، بیہودہ۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔" نایوم نے کہا۔

آکیم نے اس کی طرف دیکھا۔

آکیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"نایوم تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ باقی جیسی تمہاری مرضی۔

یہ خیال رکھنا۔ تم بہت بڑا گناہ کر رہے ہو۔ بہرحال اگر تم اتنے ہی فکرمند ہو تو پھر چلو۔۔۔"

نایوم نے بڑے غور سے آکیم کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ میں اسے چھوڑ دوں، تو اچھا ہے، میری طرف سے یہ جہنم میں جائے، اگر میں نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا تو لوگ مجھے برا بھلا کہیں گے اور مرتے دم تک مجھے کوستے رہیں گے۔ دو نیشہ کی لعن طعن میری جان نکال لے گی۔

نایوم سوچتا رہا۔ جب تک وہ نہیں بولا۔ باقی سب بھی خاموش رہے۔ گاڑی میں بیٹھا کوچوان بھی سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ باگیں تھامے بیٹھا تھا۔ اور کبھی کبھی سر ہلا دیتا

allurdupdfnovels.blogspot.com

تھا۔ اس کے دو دوسرے ملازم بھی خاموش تھے۔

نایوم نے فیصلہ کر لیا۔

"تو پھر بڑے میاں سنو، اگر میں تمہیں جانے دوں اور اپنے آدمیوں سے کہہ دوں کہ وہ قسم کھا لیں کہ خاموش رہیں گے تو پھر ہمارا تمہارا کوئی لین دین کوئی معاملہ نہیں رہے گا۔ حساب صاف، ٹھیک ہے۔۔۔۔"

آکیم نے جواب دیا۔

"میں تمہیں کہہ چکا ہوں کہ تم سب کچھ رکھ سکتے ہو۔؟"

"اور تم کبھی یہ نہ سوچو گے کہ میں تمہارا مقروض ہوں۔؟"

"ہاں نہ تم میرے مقروض ہو گے نہ میں تمہارا مقروض۔"

"تو پھر قسم کھاؤ۔" نایوم نے کہا۔

"ہاں میں قسم کھاتا ہوں۔ خدا میرا گواہ ہے۔" آکیم نے کہا۔

نایوم نے کہا۔

"میں ابھی سے پیشگی جانتا ہوں کہ مجھے اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے گا، مگر اب جو ہو سو ہو تم قسم کھا چکے ہو۔ ادھر آؤ میں تمہارے ہاتھ کھول دوں۔"

آکیم نے اس کی طرف پشت کی اور نایوم نے اس کے ہاتھ کھول دیئے۔

"یاد رکھنا میں نے تمہاری جان بخش دی ہے۔"

نایوم نے یہ کہہ کر رسہ کھینچ لیا۔ آکیم اب آزاد تھا۔

یفریم نے کہا۔

"پیارے نایوم! اللہ تمہیں برکت سے نوازے گا۔ تم نے نیکی کا کام کیا ہے۔"

آکیم نے اپنے سوجے ہوئے ہاتھوں کو سہلایا اور دروازے کی طرف چل دیا۔

اچانک نایوم کو افسوس ہوا کہ اس نے آکیم کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔ وہ اس کے

پیچھے چلایا۔

"یاد رکھنا تم نے قسم کھائی ہے۔"

آکیم مڑا ایک دکھ بھری نگاہ میں اس نے سرائے اور اس پاس کو دیکھا اور بولا۔

"یہ سب تمہارا ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔۔۔۔۔ الوداع۔"

اور وہاں سے چل دیا۔ یفریم اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

تبدیلی

سرائے سے دور جا کر یفریم نے آکیم سے پوچھا۔

"یہ تم کدھر جا رہے ہو کیا تم میرے ساتھ گھر نہیں چل رہے۔"

آکیم بڑی شاہراہ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ مڑا اور کہنے لگا۔

"عزیز دوست، نہیں، شکریہ، میں جا کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری بیوی کیا کر رہی ہے۔"

"تم اسے بعد میں مل لینا۔ آؤ میرے ساتھ چلو ہم جشن منائیں گے۔"

آکیم نے جواب دیا۔

"نہیں یفریم، بہت، بہت شکریہ، میں بہت پی چکا۔ الوداع۔"

اور پھر مڑے بغیر آکیم اپنے راستے پر چلتا رہا۔

○

یفریم نے اپنے آپ سے کہا۔ کمال ہے یہ کہتا ہے کہ بہت پی چکا۔۔۔۔ مگر اس سے بھی بڑا کمال یہ ہے کہ میں نے آکیم کے لئے قسم کھائی۔ اپنی جان کی ضمانت دی۔ یہ کام تو میں نے ایسا کیا کہ جس کی خود مجھے اپنے آپ سے کبھی توقع نہیں تھی۔

یفریم کو اچانک یاد آیا کہ وہ اپنے گھر کی چھری اور برتن تولانا ہی بھول گیا ہے۔

وہ واپس سرائے میں گیا۔ نایوم نے اسے چھری اور برتن دلوا دیا لیکن اسے شراب کا ایک گھونٹ بھی پیش نہ کیا۔

جب یفریم گھر پہنچا تو سارا نشہ اتر چکا تھا۔ اس کی بیوی نے پوچھا۔

"تم نے اسے تلاش کیا؟"

"ہاں۔۔۔۔ اور یہ لو اپنا برتن اور چھری۔"

"آکیم، تمہارے دوست کا کیا ہوا؟" بیوی نے پوچھا۔

"وہ۔۔۔۔۔ تو کمال کا دوست ثابت ہوا۔ میں نے اس کی ضمانت دی ورنہ وہ جیل میں کل سڑ جاتا۔ اور اسے دیکھو اس سے اتنا نہ ہوا کہ مجھے شراب کا ایک جام ہی پلا دے۔ شکریے کا اظہار کرنے کے لئے۔۔۔۔"

یہ بات سن کر اس کی بیوی نے کہا۔

"اچھا اب میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور کوئی کام کرو۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

پچھتاوا

آکیم آہستہ آہستہ جاگیر کی طرف جانے والے راستے پر چل رہا تھا۔

ابھی تک وہ پوری طرح سنبھلا نہیں تھا۔ اس کے جسم کے اندر کی ہر چیز اس انسان کی طرح کانپ رہی تھی جو ابھی ابھی موت کے منہ سے بچ نکلا ہو۔

ابھی تک اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ آزاد ہو گیا ہے۔ کسی احمق کی طرح وہ کھیتوں، آسمان اور بادلوں کو دیکھ رہا تھا، جو گرم ہوا میں پرواز کر رہے تھے۔

ایک دن پہلے وہ یفریم کے ہاں کھانے کے بعد ایک پل کے لئے بھی نہیں سویا تھا۔ وہ لیٹا رہا تھا لیکن اسے نیند نہیں آتی تھی۔ اسے جو دکھ پہنچا تھا، جو تکلیف ہوتی تھی، جو بے بسی اس پر طاری ہوتی تھی، وہ ان سب کو شراب پی کر کند اور مردہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر شراب بھی اس پر پوری طرح غلبہ حاصل نہ کر سکی تھی اور اس نے انتقام لینے کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

وہ نایوم سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ جاگیرداری لڑا تو اس کے تصور میں بھی نہ آتی تھی۔ جہاں تک دونیشہ کا تعلق تھا تو وہ اس سے منہ پھیر چکا تھا۔

شام تک انتقام کی پیاس بہت بڑھ چکی تھی۔ وہ رات ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ شدید بے چینی میں مبتلا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد رات آگے بڑھے اور وہ انتقام لینے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

پھر وہ اپنے ہی سابقہ گھر کو آگ لگانے یوں نکل کھڑا ہوا، جیسے کوئی بھیڑیا اپنے

شکار پر جھپٹتا ہے۔

وہ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور اسے بند کر دیا گیا۔ اس رات کوٹھڑی میں بند اس کے ذہن میں دہشت ناک خیالات آئے۔ انہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیسی کیسی ذہنی اذیتوں کو اسے برداشت کرنا پڑا۔ وہ اذیتیں جو بے الفاظ اور گونگی ہوتی ہیں۔

تاہم صبح نایوم اور یفریم کی آمد سے پہلے نامعلوم طریقے سے اس کا دل ہلکا ہو چکا تھا۔ اس وقت تک وہ یہ حقیقت سمجھ چکا تھا کہ ہر چیز جا چکی ہے اور ضائع ہو چکی ہے۔ جونہی یہ خیال اس کے ذہن میں آیا، اس نے ہر چیز چھوڑ دی۔ دل سے نکال دی۔ اگر وہ ایک نامہربان روح کے ساتھ پیدا ہوا ہوتا تو وہ اس وقت ایک بدمعاش بن جاتا۔ لیکن آکیم میں بدی نہیں تھی۔ اس پر قسمت غیر متوقع طور پر ناجائز انداز میں نامہربان ہوئی تھی۔ سب کچھ اس کے لئے غیر متوقع تھا، اس لئے وہ طیش میں آ گیا اور وہ جرم کرنے پر آمادہ ہو گیا اور پھر اس جرم میں ناکامی نے اسے تھکا دیا۔ اس کی روح تک تھک گئی۔ اس کے احساس جرم نے اسے یہ راستہ سمجھایا کہ وہ سب کچھ رضا مندی سے چھوڑ دے، سب کچھ ترک کر دے اور خدا سے دعا مانگے۔

وہ کوٹھڑی میں بند دعا مانگنے لگا۔ پہلے سرگوشی میں، پھر اونچی آواز میں اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ دیر تک روتا اور خدا کو پکارتا رہا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہ سرائے کو آگ لگانے میں کامیاب ہو جاتا تو ان لمحوں میں وہ دعا کرنے کے بجائے کچھ اور سوچ رہا ہوتا۔ مگر وہ ناکام رہا تھا۔ اس کی دعا بار آور ثابت ہوئی تھی اور وہ آزاد ہو گیا تھا۔

اب وہ آدھا مردہ، ٹوٹا پھوٹا لیکن پرسکون حالت میں اپنی بیوی کے پاس جا رہا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

آخری ملاقات

جاگیردارنی لزا کی حویلی گاؤں سے خاصے فاصلے پر واقع تھی۔ اس کی طرف ایک دوسرا راستہ جاتا تھا۔ آکیم نے ایک موڑ مڑتے ہوتے سوچا کہ اسے سب سے پہلے گاؤں میں اپنے پرانے جھونپڑے میں جانا چاہیے، جہاں اس کا ماموں رہتا تھا۔

آکیم کا پرانا اور گرا پڑا جھونپڑا گاؤں کے آخری کونے میں تھا۔ آج تہوار تھا۔ اس لئے گلی میں سے گزرتے ہوتے اسے کوئی شخص نہ ملا۔ سب گرجے گئے ہوں گے۔ اس نے سوچا۔۔۔ ہاں اس نے ایک بیمار عورت کو کھڑکی سے باہر جھانکتے دیکھا۔ پھر ایک بچی کو، جو خالی بالٹی لئے پانی بھرنے کنویں کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے آکیم کو قدرے حیرت سے دیکھا۔

پہلا آدمی جس سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی، اس کا اپنا ماموں تھا۔ بوڑھا آدمی اپنی بیماری کی وجہ سے گرجے نہیں گیا تھا۔ وہ صبح سے دھوپ میں بیٹھا اپنی بوڑھی ہڈیوں کو سینک رہا تھا اور تسوار سے دل بہلا رہا تھا۔ اب وہ ایک اپنے جیسے معذور پڑوسی سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔ اس نے اچانک آکیم کو دیکھا۔ وہ رک گیا اور اس نے آکیم کو اپنے ساتھ لپٹنے دیا۔ پھر اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر بولا۔

"صبح بخیر، میرے بچے آکیم۔"

"صبح بخیر۔" آکیم نے جواب دیا اور پھر کھلے بیرونی دروازے سے جھونپڑے کے اندر داخل ہو گیا۔

صحن میں اس نے اپنے گھوڑوں، اپنی گائے، اپنے چھکڑے اور ادھر ادھر دانہ چگتے اپنے چوزوں کو دیکھا۔ وہ خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا، پھر گھر کے اندر داخل ہوا۔ بوڑھا آدمی اس کے پیچھے اندر آ گیا۔ آکیم بنچ پر بیٹھ گیا۔ اس کا بوڑھا ماموں دروازے میں کھڑا اسے رحم بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میری بیوی کہاں ہے؟" آکیم نے پوچھا۔

"حویلی میں۔" بوڑھے ماموں نے جواب دیا۔ "وہ تمہارے گھوڑے گائے اور ٹرنکوں کو یہاں لے آئی۔ لیکن وہ خود حویلی میں ہے۔ کیا میں جا کر اسے بلا لاؤں؟"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آکیم نے کہا۔

"ہاں بلا لاؤ۔"

جب اس کا ماموں باہر جانے کے لئے کھونٹی سے پگڑی اتار رہا تھا تو آکیم نے اچانک کہا۔

"ماموں تمہیں یاد ہے تم نے میری شادی پر کیا کہا تھا؟"

"آکیم بچے، یہ سب اللہ کی مرضی تھی۔"

آکیم نے کہا۔

"ماموں تم نے کہا تھا کہ میں اب تم میں سے نہیں رہا۔ کسان نہیں رہا۔ مگر دیکھو وقت کیسے بدلا ہے۔ میں گرجے کے چوہے کی طرح غریب ہو گیا ہوں۔"

اس کے ماموں نے کہا۔

"برے لوگ سبق حاصل نہیں کرتے۔۔ ویسے یہ اچھا ہوا کہ اس بے حیا کو یہ دن دیکھنے پڑے۔"

اس نے سر پر پگڑی رکھا اور چل دیا۔

○

allurdupdfnovels.blogspot.com

جب دونیشہ گرجے سے واپس آئی تو اسے اطلاع دی گئی کہ اس کے خاوند کا ماموں اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ دونیشہ نے اسے شاذ و نادر ہی دیکھا تھا۔ وہ کبھی ان کے ہاں سرائے میں نہیں آیا تھا۔ عام طور پر اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک سڑیل اور غصبی آدمی ہے اور اسے اگر کوئی شوق ہے تو تنہا رہنے کا۔ دونیشہ نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے، خیر تو ہے۔؟"

"تمہارا خاوند تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیا وہ لوٹ آیا؟"

"ہاں وہ آ گیا ہے۔" ماموں نے جواب دیا۔

"وہ کہاں ہے؟"

"گھر، جھونپڑے میں۔"

دونیشہ کچھ ہچکچائی، پھر بوڑھے ماموں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیا وہ ناراض ہے؟"

"نہیں ایسا دکھائی نہیں دیتا۔"

"اچھا تو پھر آؤ چلیں۔"

دونیشہ نے بڑی سی شال اوڑھ لی اور چل دی۔ گاؤں تک وہ سارا رستہ خاموش چلتے رہے۔ جب وہ جھونپڑے کے پاس پہنچے تو دونیشہ اتنی خوفزدہ ہوئی کہ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

اس نے بوڑھے ماموں سے التجا کی۔

"ماموں آپ اندر جا کر پہلے اسے بتا دیں کہ میں آ گئی ہوں۔"

ماموں اندر گیا تو اس نے آکیم کو ویسے ہی خیالوں میں گم پایا۔ جیسے وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ آکیم نے اپنا سر اوپر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"کیا وہ نہیں آئی؟"

"وہ باہر بڑے دروازے پر کھڑی ہے۔"

"اچھا تو اسے اندر بھیج دو۔"

بوڑھے نے باہر جا کر دونیشہ کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ اندر چلی جائے اور وہ خود وہیں بیٹھ گیا۔

دونیشہ اندر داخل ہوئی۔ صحن سے ہوتی ہوئی کمرے کے دروازے کو کھول کر دہلیز کے پاس کھڑی ہو گئی۔

آکیم نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"بتاؤ اب مجھے اور تمہیں کیا کرنا ہے۔؟"

"مجھے معاف کر دو۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"ہم سب گناہ گار ہیں۔ کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔" آکیم نے کہا۔

دونیشہ قدرے اونچی آواز میں بولنے لگی اور آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر رخساروں پر بہنے لگے۔

"وہ ہے دشمن---- یہ معاش---- جو ہم دونوں کے لئے بربادی لایا۔" یہ کہہ کر آنسو بہاتے ہوئے اس نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آکیم اسے ایسے نہ جانے دو۔ اس سے اپنا پیسہ واپس لو۔ تم مجھے بھی معاف نہ کرنا۔ میں حلف اٹھا کر بیان دوں گی کہ میں نے یہ پیسہ اسے ادھار دیا تھا۔ تھیک ہے۔ جاگیردارنی سرائے بیچنے میں آزاد تھی۔ لیکن اسے ہمارا پیسہ لوٹنے کا حق کس نے دیا۔ آکیم جیسے بھی ہو اس سے اپنا پیسہ واپس لو۔"

آکیم نے اداس لہجے میں کہا۔

"میں اس سے کسی طرح اپنا پیسہ واپس نہیں لے سکتا۔ اس کے ساتھ بہت معاملات طے ہو چکے ہیں۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" وہ بہت حیران ہوئی۔

"وہی جو میں نے کہا ہے۔ کیا تم جانتی ہو کہ پچھلی رات میں نے کہاں بسر کی؟"

آکیم کی آنکھوں میں غصے کی چمک پیدا ہو گئی، وہ کہنے لگا۔

"نہیں تم نہیں جانتی ہو۔ نیویارک کی کوٹھڑی میں، ایک بھیڑ کی طرح میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ ہاں اس طرح میں نے پچھلی رات کاٹی۔ میں وہاں سب کچھ جلانے کے لئے گیا اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا۔ بڑا کانیں اور چالاک آدمی ہے وہ نیویارک۔ آج صبح وہ مجھے پولیس کے حوالے کرنے شہر لئے جا رہا تھا اور پھر اس نے مجھے معاف کر دیا۔ اب میں اس سے اپنے پیسوں کا مطالبہ کر سکتا ہوں نہ دعویٰ۔ ذرا سوچو کیا صورت بنتی ہے۔ تم نے میری رقم چرائی اور اسے دی۔ وہ تمہیں جھوٹا بھی قرار دے سکتا ہے اور پھر پہلے ہی تمہارے بارے میں کم باتیں ہو رہی ہیں کہ یہ بلا بھی مول لیں۔ بہتر یہی ہے کہ اپنا منہ بند رکھو۔"

دونیشہ پر حقیقت واضح ہوئی تو اس نے بڑی خوفناک سرگوشی میں کہا۔

"یہ سب میرے گناہ کا کیا دھرا ہے۔ میرا گناہ ہے۔"

آکیم خاموش رہا پھر پراسرار انداز میں خاموشی کو توڑتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب اس کا ذکر نہ کرو۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اب مجھے اور تمہیں کیا کرنا ہے۔ ہمارے پاس نہ پیسے ہیں نہ ہمارا کوئی گھر ہے۔"

دونیشہ کہنے لگی۔

"ہم کسی نہ کسی طرح انتظام کر لیں گے۔ ہم جارجیا واپس نہیں جائیں گے۔ وہ ہماری مدد کرے گی۔ کریو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔"

آکیم کہنے لگا۔

"نہیں تم چاہو تو کیبی جا کر اس سے مدد مانگو۔ میں نہیں کہوں گا اور ہاں تمہیں میں کہوں گا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ لیکن میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ یہ اچھا ہوا کہ ہمارے بچے

نہیں ہیں۔ میں اکیلا، مجھے امید ہے کہ بھوکا نہیں مروں گا۔"

دونیشہ نے پوچھا۔

"کیا تم پھر بار برداری کا کام شروع کرنا چاہتے ہو۔"

آکیم ہنسا۔ اس کی ہنسی بڑی کڑوی تھی۔

"میں بھلا اب کیسے بار برداری کا کام کر سکتا ہوں۔ کیا میں اب ایک طاقتور نوجوان ہوں۔ یہ کام شادی کرنے کی طرح کا نہیں ہے کہ بوڑھی بھی شادی کر سکتا ہے۔ اصل بات صرف اتنی ہے کہ میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔ میں یہ دیکھنا نہیں چاہتا کہ لوگ مجھے دیکھ کر انگلیاں اٹھاتے رہیں۔ دیکھو میں اپنے گناہوں کی تلافی دعاؤں کے ذریعے کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں میں ایسا ہی کرنا چاہتا ہوں۔"

دونیشہ نے شرماتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن آکیم تم نے کون سے گناہ کئے ہیں؟"

آکیم نے جواب دیا۔

"یہ تم مت پوچھو۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

دونیشہ نے سوال کیا۔

"لیکن تم مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہو۔ میں شوہر کے بغیر کیسے رہ سکتی ہوں۔"

آکیم نے نرمی سے جواب دیا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تم میرے جیسے بوڑھے اور تباہ حال خاوند کا کیا خیال رکھو گی۔ کیبی میں بہت کچھ نہیں جانتا۔ تم میرے بغیر گزارہ کرتی رہی ہو اور مستقبل میں بھی گزارہ کر لو گی۔ ہاں جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ جتنی چیزیں بھی ہیں۔ وہ سب تم لے لو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔"

دونیشہ کیا جواب دیتی، بہت اداس لہجے میں کہا۔

"جو تمہاری مرضی آکیم، تم بہتر فیصلہ کر سکتے ہو۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

آکیم نے کہا۔

"سنو، یہی بہتر ہے۔ یہ کبھی نہ سوچنا کہ میں تم سے ناراض ہوں، اب بھلا مجھے تم سے ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ میری غلطی ہے۔ مجھے تو بہت پہلے سب کچھ جان لینا چاہیے تھا۔ ہاں یہ میری غلطی تھی جس کی مجھے سزا ملی ہے۔ جو ہو چکا۔ اب اس پر کیسا تاسف۔ میں نے بہت کچھ سوچا ہے۔ میں نے اپنی روح پر کبھی دھیان نہیں دیا تھا۔ خود خدا نے مجھے بتایا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے دیکھو، میں ایک بوڑھا احمق ہوں۔ میں اپنی مسرت اور خوشی کے لئے ایک جوان بیوی چاہتا تھا۔ لیکن اصل میں مجھے کرنا کیا چاہیے تھا۔ مجھے اس مسرت کے حصول کی بجائے خدا کے سامنے سر جھکانا چاہیے تھا۔ اپنا سر فرش پر مارنا چاہیے تھا۔ مجھے فاقہ کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال.... جو ہوا... اب میں بہت تھک گیا ہوں، میں سونا چاہتا ہوں۔"

اس نے اپنے آپ کو بینچ پر پھیلا دیا۔

وہ اسے کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن پھر اس نے سوچا کہ اسے خاموش رہنا چاہیے۔ وہ تھوڑی دیر اس کے پاس کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ مڑی اور گھر سے نکل گئی۔

وہ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنا سستا چھوٹ جائے گی۔

بوڑھے ماموں نے اسے اندر سے نکلتے دیکھا اور خود سے کہا۔ "اس نے تو اس کی پٹائی بھی نہیں کی۔" دونیشہ کچھ کہے بغیر اس کے قریب سے گزری۔

"واقعی اس نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔"

بوڑھے نے اپنے آپ سے کہا، ہنسا اور چٹکی بھر نسوار لے لی۔

پارسا

آکیم اپنی بات کا دھنی نکلا۔

اس نے اپنے معاملات جتنی جلدی ہو سکتا تھا، نمٹائے اور پھر ایک دن وہ الوداع کہنے کے لئے اپنی بیوی کے پاس گیا۔ اس نے سفر کا لباس پہن رکھا تھا۔

دونیشہ حویلی میں ملازموں کے پچھے حصے میں مقیم تھی۔ انہوں نے عجلت میں ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔

کریلوا جو اتفاق سے وہاں آ گئی تھی، اس نے آکیم کو مشورہ دیا کہ وہ جاگیردارنی سے مل کر جائے۔ آکیم جاگیردارنی سے ملا۔ جاگیردارنی اب بھی خاصی بوکھلائی ہوئی تھی مگر اس نے بڑی فیاضی سے آکیم کو اپنے ہاتھ کا بوسہ لینے دیا۔ اور اس سے پوچھا۔

"کیا تم مذہبی زیارتوں کے لئے جا رہے ہو؟"

آکیم نے اسے بتایا کہ وہ پہلے کیف جا رہا ہے۔ اس کے بعد پھر ہو ہو.....

جاگیردارنی نے اس کی تعریف کی اور اسے زیادہ دیر نہیں روکا۔

آکیم کو لوگوں نے کئی بزرگوں کے مزاروں پر دیکھا۔ وہ بوڑھا ہو گیا تھا لیکن پرکشش تھا۔

پھر لوگوں نے اسے دیکھا کہ اس نے اپنا بوجھ اپنی کمر پر لاد رکھا ہے اور وہ نکولس کے زائروں میں شامل ہے۔

وہ پورے ملک میں آہستہ آہستہ گھومتا رہا۔ کہیں نہیں رکا نہیں۔ وہ روس کے

allurdupdfnovels.blogspot.com

یک سرے سے دوسرے سرے تک واقع تمام مزاروں اور زیارتوں پر دکھائی دیا۔
اور وہ لوگ جو اس سے ملتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ وہ ایک نیک اور پارسا آدمی ہے۔

انجام

اس دوران میں نایوم کا کاروبار خوب چمکا، وہ دھڑا دھڑ روپیہ بنا رہا تھا۔
لیکن قرب و جوار اور پھر دور دراز کے لوگ بھی جاننے لگے کہ اس نے کس طرح یہ سرائے خریدی تھی۔ سب جانتے تھے کہ دونیشہ نے اپنے خاوند کی ساری کمائی اسے دیدی تھی۔ ہر شخص نایوم کو ناپسند کرتا تھا۔
لوگ اسے ایک سنگدل انسان سمجھتے تھے۔
ایک افواہ یہ بھی تھی کہ آکیم بھیک مانگتا اس کے دروازے پر پہنچا اور نایوم نے اسے کہا کہ ضرورت مندوں کی مدد خدا کرتا ہے اور آکیم کو خالی ہاتھ لوٹا دیا۔
ہاں ایک بات ایسی تھی جس پر سب اتفاق کرتے تھے کہ نایوم سے زیادہ کوئی خوش قسمت آدمی نہیں ہے۔
اس کے کھیت اس کے پڑوسیوں کے کھیتوں سے زیادہ اناج اگاتے تھے۔
اس کے شہد کے چھتوں میں زیادہ شہد جمع ہوتا تھا۔
اس کی مرغیاں دوسرے لوگوں کی مرغیوں سے زیادہ انڈے دیتی تھیں۔
اس کی گائیں کبھی بیمار نہ ہوتی تھیں اور اس کے گھوڑے کبھی لنگڑے نہ ہوتے تھے۔

○

allurdupdfnovels.blogspot.com

دونیشہ پھر سے جاگیردارنی کی ملازمت میں چلی گئی تھی اور اسے جاگیردارنی نے اپنی چہیتی بنا کر خصوصی حیثیت دیدی تھی۔ مدتوں تک اس کی زبان پر کبھی نایوم کا نام نہ آیا، اور پھر کہا جاتا ہے کہ شدید ضرورت کے وقت وہ نایوم کے پاس جاتی اور اس سے درخواست کرتی کہ وہ اس کے پیسے لوٹا دے اور نایوم اسے وقفوں میں سو سو روبل کے نوٹ دے دیتا تھا۔

لیکن اس حوالے سے دونیشہ کے بارے میں کوئی سخت رائے قائم نہیں کرنی چاہیے انسان کی ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ غیروں کے آگے بھی ہاتھ پھیلا دیتا ہے۔ نایوم نے تو بہرحال اسے دھوکا دے کر رقم اینٹھی تھی۔

دونیشہ کی زندگی میں بڑھاپا بہت جلدی آیا۔ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ اتنی جلدی اپنی ساری دلکشی کھو بیٹھے گی۔

یہ کہانی پڑھنے والا سوال کرے گا کہ پھر یہ کہانی کیسے ختم ہوتی؟

نایوم نے پندرہ برس تک سرائے کے کاروبار سے خوب پیسہ کمایا اور پھر اسے کسی کے پاس منافع پر بیچ دیا۔ اگر اس کی زندگی میں ایک دو واقعات رونما نہ ہوتے تو وہ اس سرائے کو کبھی فروخت نہ کرتا۔

دو دن صبح کے وقت ایسا ہوا کہ اس کا کتا اس کی کھڑکی کے قریب کھڑا ہو کر ہولناک انداز میں بھونکتا رہا۔

پہلے دن تو نایوم نے کتے کے بھونکنے کو نظرانداز کیا۔ دوسرے دن وہ باہر نکلا اور کتے کو بھونکتے دیکھ کر سرائے بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔ عام کہاوت ہے کہ کتا دو دن صبح کے وقت مسلسل بھونکے تو اس کا مطلب ہے کہ بڑی بربادی آنے والی ہے۔

ایک شخص بڑے عرصے سے منافع پر یہ سرائے خریدنا چاہتا تھا۔ جس روز کتا دوسری بار صبح کے وقت ہولناک انداز میں بھونکا، نایوم قصبے میں گیا اور سرائے بیچ

کر سودا طے کر دیا۔ ایک ہفتے کے اندر نایوم اس سرائے کو چھوڑ کر کسی دور دراز کے علاقے میں چلا گیا۔

جس دن نایوم اس سرائے سے نکلا۔ اسی رات سرائے کو آگ لگ گئی اور سرائے مٹی کا ڈھیر بن کر مٹی بن گئی۔

سرائے کا نیا مالک گداگر بن کر رہ گیا۔

لوگوں میں یہ بات پھیل گئی کہ نایوم جاتے وقت اپنے ساتھ خوش بختی بھی لے گیا تھا اس لئے وہ سرائے راکھ کا ڈھیر بن گیا۔

○

لوگ کہتے ہیں کہ نایوم نے گندم کا کاروبار شروع کیا اور پھر بہت دولت کمائی۔ مگر بڑے سے بڑا ستون ایک دن گر جاتا ہے اور برائی کا نتیجہ بالآخر برائی ہوتا ہے۔ یوں ایک دن نایوم بھی تباہ و برباد ہوا۔

○

جاگیردارنی لزا اب بھی زندہ ہے۔

اور جیسا کہ اس جیسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی۔ ہاں وہ کچھ تھوڑا سا سکڑ ضرور گئی ہے۔ اس کی دولت میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے لیکن اس کی کوئی اولاد نہیں۔ آخر وہ اپنی یہ دولت کس کے لئے چھوڑ کر جائے گی۔

اکثر جب وہ باتیں کرتی ہے تو آکیم کی بہت تعریف کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ وہ اس کی بڑی عزت کرتی ہے۔ بہرحال یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنا وارث آکیم

allurdupdfnovels.blogspot.com

کو بناتے گی۔

کریلوا نے کافی رقم جمع کر کے جاگیردارنی کو پیسے ادا کر کے اپنی آزادی خرید لی۔ اب وہ غلام نہیں۔ اس نے حویلی کے نوجوان ویٹر سے شادی کر لی۔ جس کے سرخ گھنگھریالے بال تھے وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی اور شادی کے بعد اس نے اس نوجوان کی زندگی تباہ کر دی ہے۔

اور دونیشہ-----

وہ پہلے سے بھی زیادہ جھک گئی ہے۔ وہ خاصی بدصورت ہو چکی ہے۔ اب اسے کوئی دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتا کہ وہ کبھی شہر میں رہی تھی۔ ماسکو میں تربیت حاصل کی تھی اور بے حد خوبصورت تھی۔

ماضی کی کسی نشانی کا اب اس میں سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔ کوئی بھی اب اسے نظر بھر کر نہیں دیکھتا اور وہ اس پر بہت خوش ہے۔

آکیم کا بوڑھا ماموں مر گیا ہے۔

اور آکیم تو وہ ابھی تک بھٹک رہا ہے اور صرف خدا ہی جانتا ہے کہ کب تک بھٹکتا رہے گا۔